مجلس انصاراللہ یوکے کا علمی تعلیمی وتربیتی مجلہ

انصار الدین

صلح۔تبلیغ
جلد10 نمبر1
جنوری۔فروری 2013

بابت پیشگوئی مصلح موعودؓ

''یہ ایک عظیم پیشگوئی ہے۔۔۔ یہ پیشگوئی اسلام کی نشأۃ ثانیہ سے تعلق رکھتی ہے اوراس پیشگوئی کی اصل تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ہے۔''

''گو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ اللہ تعالیٰ ایک بیٹا عطا فرمائے گا جو مصلح موعود ہوگا اوراس کی تفصیل میں آپ نے اس کی بہت ساری خصوصیات بیان فرمائی تھیں۔لیکن یہ پیشگوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ بیان فرما کر چودہ سوسال پہلے بیان فرمادی تھی کہ یَنْزِلُ عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ اِلَی الْاَرْضِ فَیَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ کہ عیسی ابن مریم جب زمین پر نزول فرما ہوں گے تو شادی کریں گے اوران کی اولاد ہوگی۔''

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 18 فروری 2011



dhrat M[illegible]rza B[illegible]r-uddin Mahmood Ahmad رضي الله عنه
[illegible]lifatul Masih II



Hadhrat Khalifatul Masih II رضي الله عنه arriving in London, 1924



Hadhrat Khalifatul Masih II رضي الله عنه accompanied by companions at 'The Conference of Religions Within the Empire', held at Imperial Institute, London 1924



Hadhrat Khalifatul Masih II رضي الله عنه leading prayers before laying the foundation stone of Baitul Fazal Mosque London



Hadhrat Khalifatul Masih II رضي الله عنه laying the foundation stone of Baitul Fazal Mosque London 1924

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریمؐ وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ﴾

انصارالدین

جلد 10 نمبر 1 جنوری تا فروری 2013ء

فہرست مضامین

انصاراللہ کا عہد

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ
وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔

نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

صدر مجلس انصاراللہ
چودھری وسیم احمد

مدیر اعلیٰ: **ڈاکٹر شمیم احمد**

مدیر: **محمود احمد ملک**

نائبین: حبیب الرّحمٰن غوری، صفدر حسین عباسی، عبدالحفیظ شاھد

مینیجر: **محمود علی مرزا**

ترسیل: فیاض احمد ملھی (انچارج)
زاھد احمد باجوہ، شھباز احمد، ارشد محمود، ادریس احمد بٹر، محمد اختر، میاں اخلاق احمد، رانا ظھور احمد

مجلس انصاراللہ برطانیہ کے زیرِاہتمام

سالانہ چیریٹی واک

امسال مانچسٹر میں

30 جون 2013ء کو منعقد ہوگی۔ انشاء اللہ

انصار سے درخواست ہے کہ خود بھی اس واک میں شامل ہوں نیز زیادہ سے زیادہ رقوم چیریٹیز کے لئے اکٹھی کریں۔ جزاکم اللہ

"Ansaruddin" 181 London Road, Morden, Surrey SM4 5HF e-mail address: ansaruddinuk@hotmail.com

درس القرآن

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَاوَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَاللّٰهُ بِمَاتَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (البقرہ۔266)

اور اُن لوگوں کی مثال جو اپنے اموال اللہ کی رضا چاہتے ہوئے اور اپنے نفوس کو ثبات دینے کے لئے خرچ کرتے ہیں، ایسے باغ کی سی ہے جو اونچی جگہ پر واقع ہو اور اسے تیز بارش پہنچے تو وہ بڑھ چڑھ کر اپنا پھل لائے اور اگر اسے تیز بارش نہ پہنچے تو تھوڑی سی بارش ہی کافی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔

......اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے حوالے سے ہی بات ہو رہی ہے۔ فرمایا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے وہ لوگ ہیں جو اپنی دولت کا اظہار نہیں چاہتے، جو کسی پر احسان کرنے کے لئے خرچ نہیں کرتے، جو خرچ کرنے کے بعد احسان جتانے کے لئے خرچ نہیں کرتے بلکہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ اپنے میں سے کمزوروں کو مضبوط کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ جماعت کو مضبوط کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور اپنے ایمانوں کو مضبوط کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا چاہنا اور اپنے نفس اور اپنے لوگوں کو ثبات دینے کی خواہش، مضبوط کرنے کی خواہش ہر شریف الطبع اور نیک فطرت کو ہوتی ہے اور ہو سکتی ہے۔ بدفطرت کو تو یہ خواہش کبھی نہیں ہو سکتی۔ ایسے لوگ جو اپنی ذات سے بالا تر ہو کے سوچتے ہیں اُن کو یہ خواہش ہوتی ہے۔ پس جو اپنی ذات سے بالا ہو کر سوچتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے خواہش مند ہیں، اُن کا خرچ کبھی دولت کے اظہار کے لئے نہیں ہوتا۔ نہ احسان کرنے اور احسان جتانے کے لئے ہوتا ہے۔ اور ایسے خرچ میں صرف دولتمند ہی شامل نہیں ہوتے بلکہ غریب بھی شامل ہوتے ہیں۔ غریب بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے خواہشمند ہوتے ہیں بلکہ عموماً دولتمندوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے خواہشمند غریب لوگ ہوتے ہیں۔ انبیاء کی جماعتیں جب بنتی ہیں تو ان میں بھی اکثریت غرباء کی ہوتی ہے اور اس غربت کے باوجود اپنے بھائیوں کی مدد کر کے اُن کی خدمت کرتے ہیں اور جماعت کی بھی جو خدمت وہ کر سکتے ہیں، جس حد تک اُن کی وسعت ہو وہ کرتے ہیں اور اسے مضبوط کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انفرادی طور پر ایک دوسرے کو مضبوط کرنے کی اعلیٰ ترین مثال ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں ہجرتِ مدینہ کے وقت نظر آتی ہے کہ جب انصار نے مہاجرین کو اُن کے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لئے، اُن کی مدد کرنے کے لئے بے مثال قربانی دی۔ پھر جماعتی طور پر بھی صحابہ کے ہی نمونے نظر آتے ہیں۔ جب بھی کسی مہم کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے چندے کی تحریک ہوئی یا کسی بھی مقصد کے لئے چندے کی تحریک ہوئی تو جو کچھ پاس ہوتا اُس کا بہترین حصہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے دیتے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 7 جنوری 2011ء)

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سوموار اور جمعرات کو نفلی روزہ رکھنے کی افضلیت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے احباب جماعت کو ہر ہفتہ ایک روزہ رکھنے کی تحریک فرمائی ہے اور پھر آپ نے فرمایا کہ سوموار یا جمعرات کو یہ نفلی روزے رکھے جائیں تو بہتر ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے ثابت ہے کہ آپ بڑے اہتمام کے ساتھ سوموار اور جمعرات کو نفلی روزے رکھا کرتے تھے اور ان دو دنوں میں خصوصاً نفلی روزے رکھنے پسند فرماتے تھے۔ اس سلسلہ میں بعض احادیث احباب کے استفادہ کے لئے پیش ہیں۔

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینے تین ایام روزے رکھا کرتے تھے۔ ایک مہینے کے شروع میں سوموار کے روز پھر جمعرات کو اور پھر اس کے بعد والی جمعرات کے روز۔

(السنن الكبرىٰ للنسائی كتاب الصيام باب كيف يصوم ثلاثة أيام من كل شهر)

☆ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ سوموار اور جمعرات کو روزہ کیوں رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ سوموار کو میں پیدا ہوا اور اسی روز مجھے مبعوث کیا گیا۔ یا یہ فرمایا کہ اسی روز مجھ پر وحی نازل ہونا شروع ہوئی۔

(صحيح مسلم كتاب الصوم باب استحباب صيام ثلاثة أيام من كل شهر. سنن ابو داؤود كتاب الصوم باب فی صوم الدهر تطوعا)

☆ حضرت ابو قتادہ انصاریؓ کہتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت عمرؓ تشریف لائے اور آپؐ سے پوچھا کہ اے اللہ کے نبی آپ سوموار کو روزہ کس لئے رکھتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ اس روز میں پیدا ہوا اور اسی روز میں وفات پاؤں گا۔

(صحيح ابن خزيمه كتاب الصيام باب استحباب صوم الاثنين)

☆ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ دونوں سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھنا ترک نہیں کرتے تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے بارہ میں روایت ہے کہ آپ بھی سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق كتاب الصوم باب صيام يوم الاثنين)

اللہ تعالیٰ ہمیں خلیفہ وقت کی اس تحریک پر بطریق احسن لبیک کہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

امام الکلام۔ کلام الامام علیہ الصلوٰۃ والسلام

عربی منظوم کلام سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

قَدْ مَاتَ عِیْسٰی مُطْرِقًا وَّ نَبِیُّنَا
حَیٌّ وَّ رَبِّیْ اِنَّهٗ وَافَانِیْ
وَاللّٰهِ اِنِّیْ قَدْ رَاَیْتُ جَمَالَهٗ
بِعُیُوْنِ جِسْمِیْ قَاعِدًا بِمَکَانِیْ
هَا اِنْ تَظَنَّیْتَ ابْنَ مَرْیَمَ عَائِشًا
فَعَلَیْکَ اِثْبَاتًا مِّنَ الْبُرْهَانِ
اَفَاَنْتَ لَاقَیْتَ الْمَسِیْحَ بِیَقْظَةٍ
اَوْجَاءَ کَ الْاَنْبَآءُ مِنْ یَقْظَانِ
اُنْظُرْ اِلَی الْقُرْاٰنِ کَیْفَ یُبَیِّنُ
اَ فَاَنْتَ تُعْرِضُ عَنْ هُدَی الرَّحْمٰنِ
فَاعْلَمْ بِاَنَّ الْعَیْشَ لَیْسَ بِثَابِتٍ
بَلْ مَاتَ عِیْسٰی مِثْلَ عَبْدٍ فَانٍ
وَ نَبِیُّنَا حَیٌّ وَّ اِنِّیْ شَاهِدٌ
وَ قَدِ اقْتَطَفْتُ قَطَائِفَ اللُّقْیَانِ

بے شک حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) سر جھکائے (چپ چاپ) وفات پاچکے ہیں۔ خدا کی قسم! (ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم روحانی لحاظ سے) زندہ ہیں اور یقیناً انہوں نے مجھے ملاقات کا شرف بخشا ہے۔

خدا کی قسم! یقیناً میں نے (آنحضرت ﷺ) کا جمال دیکھا ہے۔ اُن کو میں نے خود اپنی آنکھوں سے اپنے مکان میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔

خبردار! اگر آپ اپنے خیال میں حضرت عیسیٰ ابن مریم کو زندہ سمجھتے ہیں تو آپ پر واجب ہے کہ دلیل کے ساتھ اُن کا زندہ ہونا ثابت کریں۔

کیا تم بیداری میں حضرت مسیح سے ملے ہو؟ یا تمہیں کسی شخص نے بیداری میں (حضرت مسیح کو زندہ) دیکھنے کی خبر دی ہے!

قرآنِ مجید کو غور (وتدبر) سے پڑھو کہ وہ کیسے کھول کر (وفاتِ مسیح) بیان کرتا ہے۔ (اس کے باوجود) کیا تم خدائے رحمٰن کی ہدایت سے مُنہ پھیرتے ہو؟

پس جان لو کہ کسی (شخص کی ہمیشہ) کی زندگی ہرگز ثابت نہیں ہے۔ بلکہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) بھی ایک فانی بندہ کی طرح وفات پاچکے ہیں۔

اور ہمارے نبی کریم ﷺ (روحانی لحاظ) سے زندہ ہیں اور یقیناً میں گواہ ہوں۔ اور میں آنحضرت ﷺ کی ملاقات کے ثمرات سے بہرہ مند ہوا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کی حقیقت

''اخبارِ عام'' میں 26رمئی 1908ء کو (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یومِ وصال کے روز) حضور علیہ السلام کا ایک خط شائع ہوا جو حضور نے ''اخبارِ عام'' مورخہ 23رمئی 1908ء کے شمارہ میں ایک خبر شائع ہونے پر اخبار کو بھجوایا تھا۔ گویا یہ حضرت مسیح موعودؑ کا آخری اعلان ہے جو آپ نے مخلوقِ خدا کو پہنچایا۔ اس خط کا ایک وضاحتی حصہ درج ذیل ہے:

''یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ مَیں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآنِ شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعتِ اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء اور متابعت سے باہر جاتا ہوں۔ یہ الزام صحیح نہیں ہے۔ بلکہ ایسا دعویٰ نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے۔ اور نہ آج سے بلکہ ہر ایک کتاب میں ہمیشہ میں یہی لکھتا آیا ہوں کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعویٰ نہیں اور یہ سراسر میرے پر تہمت ہے اور جس بناء پر مَیں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خداتعالیٰ کی ہمکلامی سے مشرّف ہوں اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے۔ اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا ہے اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے پر کھولتا ہے کہ جب تک انسان کو اس کے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو دوسرے پر وہ اسرار نہیں کھولتا اور انہی امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔ اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا۔ اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر اس سے انکار کرسکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں۔ اس وقت تک جو اس دنیا سے گزر جاؤں۔ مگر میں ان معنوں سے نبی نہیں ہوں کہ گویا میں اسلام سے اپنے تئیں الگ کرتا ہوں۔ یا اسلام کا کوئی حکم منسوخ کرتا ہوں۔ میری گردن اس جوئے کے نیچے ہے۔ جو قرآنِ شریف نے پیش کیا۔ اور کسی کی مجال نہیں کہ ایک نقطہ یا شوشہ قرآنِ شریف کا منسوخ کرسکے۔''

(اخبارِ عام۔ لاہور مورخہ 26رمئی 1908ء)

نومبائعین کے حوالہ سے

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی چند اہم ہدایات

15/دسمبر 2012ء کو دورۂ جرمنی کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے نیشنل مجلس عاملہ جرمنی کو نہایت اہم ہدایات سے نوازا۔ چند ہدایات جن کا تعلق شعبہ تربیت برائے نومبائعین سے ہے، درج ذیل ہیں:

سیکرٹری تربیت برائے نومبائعین نے بتایا کہ گزشتہ دو سالوں میں ہمارے پاس نومبائعین کی تعداد 170 ہے اور ان میں سے اکثر کے ساتھ ہمارا اچھا رابطہ ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ جن کے ساتھ رابطہ ختم ہو گیا ہے اس کی کیا وجوہات ہیں؟ کیا ان کا کاروبار یا کام وغیرہ آڑے آجاتا ہے یا پھر جس جگہ پر وہ ہیں وہاں جماعت نہیں ہے؟ اس پر سیکرٹری صاحب نے بتایا کہ بظاہر تو ایسی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ان کے ذہنوں میں کوئی سوالات ہیں تو آپ ان سوالات کے جوابات دیں اور ان کی confusions دور کریں۔ جو عیسائیوں سے مسلمان ہوتے ہیں انہیں تو پتہ ہوتا ہے کہ 'اسلام' ایک الگ مذہب ہے اور احمدیت اسلام کی تجدیدِ نَو کرنے کے لئے ایک جماعت ہے۔ لیکن جہاں تک ان نومبائعین کا تعلق ہے جو دیگر مسلمان فرقوں سے آتے ہیں تو ان کے ذہنوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے متعلق اشتباہ پیدا ہو سکتا ہے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقامِ نبوت کے متعلق ان کو پتہ چلتا ہے تو ان کے ذہن میں سوالات اُٹھتے ہیں۔ تو اس قسم کے سوالات کے جوابات دینا سیکرٹری تبلیغ کی ذمہ داری ہے۔ مسلمانوں میں سے جو احمدی ہوتے ہیں ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کے متعلق پورا علم ہونا چاہئے کہ آپ علیہ السلام اُمّتی نبی ہیں۔ بعض دفعہ لوگوں کو علم نہیں ہوتا اور پھر ان کو پریشانی ہوتی ہے اور ان کے ذہن میں اعتراضات پیدا ہوتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ پہلے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی کے متعلق تفصیل سے بتایا جائے۔

ایسے نومبائعین جن سے رابطہ ٹوٹا ہے، وہ قبل از بیعت اگر عیسائی تھے تو انہوں نے احمدیت کیوں قبول کی؟ آپ کو بیعت سے قبل انہیں بتانا چاہئے کہ وہ کچھ وقت انتظار کریں اور اسلام اور احمدیت کے متعلق علم حاصل کریں، جماعتی لٹریچر کا مطالعہ کریں اور پھر احمدیت قبول کرنے کے بعد اپنی ذمہ داریوں اور اپنے فرائض کو بھی سمجھیں۔ ان کو یہ بھی بتائیں کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر پُرانا احمدی تقویٰ کے اعلیٰ معیاروں پر قائم ہو۔ پرانوں میں سے بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو احمدیت کی تعلیمات پر پوری طرح عمل نہیں کرتے اور ان کا کردار اچھا نہیں ہوتا۔ لہٰذا اگر اُن کا سامنا اس قسم کے لوگوں سے ہوتا ہے تو اس سے ان کو پیچھے نہیں ہٹنا چاہئے اور نظام سے بدظن نہیں ہونا چاہئے۔ آپ انہیں بتائیں کہ آپ نے خدا کی خاطر بیعت کی ہے اور وقت کے امام کو مانا ہے۔ آپ خدا سے اپنا تعلق بڑھائیں۔

اس پر سیکرٹری تربیت برائے نومبائعین نے بتایا کہ الحمدللہ ہم جب ان سے رابطے کرتے ہیں تو یہ ساری باتیں ان کو بتاتے ہیں۔ لیکن ہمارے شعبہ کے ساتھ رابطہ میں آنے سے پہلے ان کو بہت سی باتوں کا پتہ نہیں ہوتا۔ حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ جلدی بیعتیں کروانے کی کوشش نہ کیا کریں۔ ان کو واضح طور پر بتایا کریں اور ہر بات کلیئر کیا کریں۔ پہلے سارا مطالعہ کر کے، لٹریچر پڑھ کر اور اپنی پوری تسلی کر کے پھر بیعت کریں تا کہ یہ نہ ہو کہ بیعت کے بعد پھر دُور ہو جائیں۔

سیکرٹری تربیت برائے نومبائعین نے بتایا کہ بعض جماعتیں تو نومبائعین کو بڑے اچھے طریق سے اپنے اندر جذب کرتی ہیں لیکن بعض جماعتوں میں زبان وغیرہ کے مسائل ہوتے ہیں جس کی وجہ سے نومبائعین پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ ہر جماعت کا فرض ہے کہ وہ ہر نومبائع کو جماعتی نظام کے اندر سمونے کی کوشش کرے۔ ہر جماعت کو چاہئے کہ وہ نومبائعین کی تعلیم و تربیت کے لئے کچھ جرمن زبان کے پروگرام مزرکھیں۔

جو نومبائعین یا دوسرے پُرانے احمدی چندہ کے نظام میں شامل نہیں ہیں ان کو جماعتی تجنید میں شامل کئے جانے کے حوالہ سے کئے گئے سوال پر حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ نیشنل جنرل سیکرٹری، ذیلی تنظیمیں جس میں خدام الاحمدیہ، انصاراللہ اور لجنہ اماء اللہ شامل ہیں ان سب کا فرض ہے کہ کوئی بھی شخص جو اپنے آپ کو احمدی کہتا ہے خواہ وہ چندہ دیتا ہے یا نہیں، نمازیں پڑھتا ہے یا نہیں آپ نے اس کو اپنی تجنید میں شامل کرنا ہے۔ اور اُس کے بعد ذیلی تنظیموں کا بھی کام ہے اور سیکرٹری تربیت کا بھی کام ہے کہ اُن کی تربیت کر کے اُن کو قریب لائیں۔ جب تک وہ خود انکار کر کے اپنے آپ کو جماعت سے باہر نہیں نکالتے تب تک آپ نے اس کو تجنید میں سے نہیں نکالنا۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ سیکرٹری مال، یا قائد مال کی یا پھر مہتمم مال کی اپنی جو تجنید ہے یا جو اس کے پاس انفارمیشن ہیں وہ جماعتی تجنید کے Data کے ساتھ ٹیلی (tally) کر رہی ہو۔ یہ دونوں بہرحال مختلف ہوں گے اور ہونے چاہئیں کیونکہ تجنید ہمیشہ زیادہ ہوتی ہے اور چندہ دہندگان کی تعداد کم ہوتی ہے۔ اگر یہ دونوں ایک جیسے ہیں تو پھر آپ کا ریکارڈ درست نہیں ہے۔

فرمایا: انصاراللہ، خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ کا کام ہے کہ وہ اپنے تجنید کے شعبہ کو فعال کریں۔ اسی طرح جنرل سیکرٹری تمام جماعتوں میں اور حلقوں میں اپنے متعلقہ سیکرٹری کو کہیں کہ وہ اس بات کا جائزہ لیں کہ مختلف جگہوں پر جو شخص بھی عید پڑھنے آتا ہے۔ کمزور سے کمزور ایمان والا بھی سال میں کم از کم عید تو پڑھ لیتا ہے۔ اگر وہ جماعت احمدیہ کی مسجد میں عید پڑھنے آتا ہے اور نیا چہرہ ہے تو اس سے پوچھیں کہ کیا آپ احمدی ہیں؟ اگر وہ کہتا ہے کہ وہ احمدی ہے تو پھر اسے کہیں کہ ہم نے تجنید میں شامل کر دیا ہے، آپ اپنا پتہ اور دیگر معلومات دیدیں۔ چندہ دینا یا نہ دینا علیحدہ بات ہے لیکن یہ تو بتاؤ کہ اگر تم سے رابطہ کرنا ہو تو کیسے کیا جا سکتا ہے؟ اس طرح تجنید میں شامل کر کے پھر اُسے جماعت کے قریب لائیں۔

حضور انور نے علاقائی اور مقامی امراء کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ جو باتیں مَیں کر رہا ہوں آپ سب کے لئے بھی ضروری ہیں۔

باقی صفحہ 13 پر

''دل کا حلیم'' ...... حضرت مصلح موعود رضؓ

(راجہ برہان احمد طالع. مربی سلسلہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے پیشگوئی مصلح موعود کے بارہ میں 18رفروری 2011ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا:

''یہ ایک عظیم پیشگوئی ہے جو کسی شخص کی ذات سے وابستہ نہیں ہے بلکہ یہ پیشگوئی اسلام کی نشاۃ ثانیہ سے تعلق رکھتی ہے اور اس پیشگوئی کی اصل تو آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی ہے۔''

''گو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ اللہ تعالیٰ ایک بیٹا عطا فرمائے گا جو مصلح موعود ہوگا اور اس کی تفصیل میں آپ نے اس کی بہت ساری خصوصیات بیان فرمائی تھیں۔ لیکن یہ پیشگوئی تو آنحضرت ﷺ نے یہ الفاظ بیان فرما کر چودہ سو سال پہلے بیان فرمادی تھی کہ یَنْزِلُ عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ اِلَی الْاَرْضِ فَیَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ کہ عیسیٰ ابن مریم جب زمین پر نزول فرما ہوں گے تو شادی کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی۔''

''مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ خدا کی رحمت وغیوری نے اسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم۔''

ان الفاظ کی مناسبت سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا اپنے اہل خانہ، خادموں اور احباب جماعت یعنی ہر خاص وعام کے ساتھ شفقت و محبت کے سلوک نیز دوسروں کی صرف تکالیف ہی نہیں بلکہ جذبات کا بھی خیال رکھتے ہوئے احساس کرنا اور اسے دور کرنے کے متعلق چند واقعات یہاں پیش ہیں۔ یہ واقعات جہاں ایک طرف اس عظیم الشان پیشگوئی کے ایک فقرہ کی صداقت کے گواہ ہیں وہاں رہتی دنیا تک ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ یہ واقعات سیدنا محمود کے مبارک، مسیحی نفس اور سخت ذہین و فہیم ہونے کے بین ثبوت بھی اور دل کے حلیم ہونے پر مہر بھی ثبت کرتے ہیں۔

یہ خدا کا کلام ہے

صاحبزادی امۃ الرشید بیگم صاحبہ آپ کی سیرت کے متعلق تحریر فرماتی ہیں:

''حضور باوجود بے حد عدیم الفرصت ہونے کے اور باوجود اس کے کہ آپ کی اولاد خدا کے فضل سے بہت زیادہ ہے سب کی تربیت اور تعلیم کا خیال رکھتے۔ آپ نہایت ہی شفیق اور رحیم واقع ہوئے .... حضور کی طبیعت کا یہ خاصہ ہے کہ بچوں کو ہمیشہ سبق آموز کہانیوں اور لطائف سے محظوظ کرتے ہوئے ان کی تربیت فرماتے ہیں۔ خود خوش رہتے ہیں اور دوسروں کو خوش رکھتے ہیں لیکن خوشی کی گھڑیوں میں بھی حقیقی مقصد کبھی آنکھ سے اوجھل نہیں ہوتا......شادی کے موقعہ پر میری بڑی بہن امۃ القیوم صاحبہ کو قرآن کریم پر تحریر فرمایا:

''امۃ القیوم! یہ خدا کا کلام ہے۔ میں نے سب کچھ اس سے پایا۔ تم بھی سب کچھ اس سے ہی پاؤ۔ میرے اللہ! تیرا یہ کلام میری اس بچی اور اس کی اولاد کے دل میں دائمی طور پر جاگزیں ہو.....''۔ (سوانح فضل عمر جلد نمبر 5 صفحہ 386)

''صاحب'' کا اعزازی لفظ

حضرت مصلح موعودؓ کا دستور یہی رہا ہے کہ اپنے خدام کو مخاطب کرتے وقت ''صاحب'' کا لفظ ضرور استعمال فرماتے۔ چنانچہ بیشتر دفعہ مکرم چوہدری برکت علی خان صاحب وکیل المال کے لئے جب لفافہ پر نوٹ لکھا تو ''چوہدری برکت علی خان صاحب'' پورا نام لکھ کر کوئی ہدایت دی اور ایک ادارہ کے افسر کو اس طور پر ہدایت دی کہ اپنے ماتحت کارکنوں کے نام کے ساتھ ''صاحب'' کا اعزازی لفظ ضرور استعمال کیا کریں۔ فرمایا دیکھیں میں نے آپ کا نام تین چار دفعہ لکھا ہے یا پکارا ہے۔ میرا بھلا کتنا وقت زیادہ لگ گیا ہوگا اور مجھے بھلا کتنی دقت ہوئی ہوگی۔ کچھ بھی نہیں۔ (الفضل۔ 16رفروری 1960ء صفحہ 13)

اتنی دیر کیوں ہوگئی؟

مکرم لطیف احمد خان صاحب کارکن دفتر پرائیویٹ سیکرٹری بیان کرتے ہیں:

''1942ء میں حضور پالم پور تشریف لے گئے۔ وہاں سے ایک دن حضور کا پروگرام بیج ناتھ ٹرپ کا بنا۔ چونکہ کاروں میں جگہ کم تھی اس لئے حضور نے خاکسار اور مرزا فتح الدین صاحب کو فرمایا کہ آپ بس پر آجائیں ہم وہاں انتظار کریں گے۔ پہلے تو ہمارا ارادہ نہ جانے کا ہوا کیونکہ بس کی آمد کی امید نہ تھی۔ سڑک ٹوٹی ہوئی تھی مگر پھر ہم دونوں اس وجہ سے کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ کھانے پر انتظار کریں گے پیدل چل پڑے۔ ڈیڑھ بجے ڈاک بنگلہ میں پہنچے تو حضور کھانا تناول فرما رہے تھے ہمیں دیکھ کر مسکرا کر فرمایا کہ انتظار کر کے کھانا شروع کیا ہے۔ اتنی دیر کیوں ہوگئی؟ ہم نے عرض کیا کہ بس نہیں آئی ہم پیدل آئے ہیں۔ چنانچہ اسی وقت حضور نے پیالوں میں کھانا ڈال کر اپنے ہاتھ سے ہمیں دیا''۔

(ماہنامہ خالد فروری 1991ء صفحہ 51)

چھتری کا سایہ

مکرم لطیف احمد خان صاحب مرحوم (سابق کارکن دفتر پرائیویٹ سیکرٹری) ایک واقعہ تحریر کرتے ہیں:

''1941ء کا واقعہ ہے کہ حضور ڈلہوزی میں تھے وہاں سے ایک دن سیر کے

لئے دیان کنڈ جو ایک اونچی پہاڑی تھی تشریف لے گئے۔ وہاں چائے کا بھی پروگرام تھا۔ مگر اتنے میں بارش ہونی شروع ہوگئی۔ ہلکی ہلکی پھوار پڑنے لگی۔ میں اور خان میر خان صاحب اور نذیر احمد صاحب ڈرائیور آگ جلانے میں مصروف تھے مگر لکڑیوں کے گیلا ہونے کی وجہ سے بڑی دقت تھی اور پتھروں کے چولہے پر جھکے پھونکیں مار رہے تھے کہ اتنے میں حضور خود دو چار سوکھی لکڑیاں لئے ہوئے تشریف لے آئے اور ہمارے سروں پر چھتری کر دی۔ ہم نے وہ لکڑیاں رکھ کر آگ جلائی اور جب تک پانی اُبل نہیں گیا حضور چھتری کا سایہ کئے دُھویں میں ہمارے پاس ہی کھڑے رہے۔'' (ماہنامہ خالد فروری 1991 صفحہ 52)

اپنی جماعت سے محبت کا ایک اور واقعہ کچھ یوں ہے کہ

''حضور کے کمرہ میں خاندان کے کسی فرد کی خواہش پر قالین بچھوایا گیا۔ اتفاق سے ایک دن کوئی دیہاتی خاتون حضور کی زیارت کے لئے حاضر ہوئیں ان کے گرد آلود پاؤں سے قالین پر نشان پڑ گئے۔ حضور نے محسوس فرمایا کہ آپ کے اس عزیز (جن کی خواہش پر یہ قالین بچھایا گیا تھا) کے چہرہ پر کچھ ناپسندیدگی کے آثار ہیں۔ اس خاتون کے جانے کے بعد حضور نے وہ قالین اسی وقت وہاں سے یہ کہتے ہوئے نکلوا دیا کہ میں اسے اپنے اور اپنی جماعت کے درمیان حائل ہونے کی اجازت نہیں دے سکتا''۔ (سوانح فضل عمر جلد 5 صفحہ 412-413)

یاد آئے گا تیرا حسن ہمیں تیرا احسان یاد آئے گا
ہر قدم پر تری محبت کا عہد و پیمان یاد آئے گا

مجھے خدمت کا موقع ملتا ہے

حضرت مصلح موعودؓ نے ساری زندگی دوسروں کے درد کو اپنا درد سمجھا اور جب بھی جماعت کے کسی فرد کو تکلیف میں دیکھا اپنے آرام کو ترک کر دیا اور اس کی تکلیف کو دُور کرنے کی سعی دُعا اور دوا دونوں طرح سے کی۔

حضرت مہر آپا صاحبہ نے بیان کیا:

''ایک گرم اور حبس والی رات، گیارہ بجے دروازہ کھٹکا، ان دنوں بجلی ابھی ربوہ میں نہیں آئی تھی۔ حضور لالٹین کی روشنی میں صحن میں لیٹے ہوئے کتاب پڑھ رہے تھے۔ حضور نے مجھے کہا کہ دیکھو کون ہے؟ میں نے دریافت کیا اور آ کر حضور سے کہا: ''ایک عورت ہے وہ کہتی ہے کہ میرے خاوند کو حضور نے دوائی دی تھی اس سے بہت افاقہ ہو گیا تھا، مگر اب طبیعت پھر خراب ہو گئی ہے، دوائی لینے آئی ہوں'' آپ نے فرمایا! ''کمرہ میں جاؤ فلاں الماری کے فلاں خانے سے فلاں دوائی نکال لاؤ'' گرمی مجھے بہت محسوس ہوتی ہے اور یہ موسم میرے لئے ہمیشہ ناقابلِ برداشت رہا ہے۔ اپنی اس کمزوری کی بنا پر میں کہہ بیٹھی: ''یہ کوئی وقت ہے، میں اسے کہتی ہوں کہ صبح آ جائے اندر جا کر تو حبس سے میرا سانس نکل جائے گا''۔ اس پر حضور نے بڑے جلال سے فرمایا! ''تم اس اعزاز کو جو خدا نے مجھے دیا ہے چھیننا چاہتی ہو! ایک غرض مند میرے پاس اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے آتا ہے، یہ خدا کی دی ہوئی عزت ہے کہ مجھے خدمت کا موقع ملتا ہے، اسے میں ضائع کر دوں تو قیامت کے دن خدا کو کیا شکل دکھاؤں گا، میں خود جاتا ہوں'' میں نے کہا: ''آپ نہ جائیں، گرمی بہت ہے، میں چلی جاتی ہوں'' حضور نہ مانے اور خود اندر گئے اور دوائی لا کر اسے دی اور ساتھ اسے ہدایت کی صبح آ کر اپنے خاوند کی خیریت کی خبر دے''۔

(ماہنامہ خالد فروری 1991ء صفحہ 52)

مسلسل دعا کرتے رہتے

آپ کی جماعت سے گہری محبت کے بارہ میں مکرم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب بیان کرتے ہیں: ''آپ کو جماعت سے بے پایاں محبت تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب بھی قادیان سے کوئی قافلہ پاکستان کے لئے روانہ ہوتا تو آپ قرآن شریف لئے برآمدہ میں اس وقت تک ٹہلتے ہوئے تلاوت فرماتے رہتے جب تک اس قافلہ کی حفاظت سے سرحد پار کرنے کی اطلاع نہ آ جاتی۔ ان مواقع پر آپ مسلسل دعا کرتے رہتے۔''

فرنیچر جو غریبوں سے ملاقات میں روک بنے

مکرم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب بیان کرتے ہیں:

''یہ بات بھی میرے علم میں ہے کہ جب بھی جماعت کسی ابتلا کے دور سے گزر رہی ہوتی تو آپ بستر پر سونا ترک کر کے فرش پر سوتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس آزمائش کے بادل چھٹنے کا اشارہ ملتا کہ چلو جا کر بستر پر آرام کرو۔ ایک اور بات جس نے مجھ پر نقوش چھوڑے یہ کہ میری شادی کے تھوڑے عرصہ بعد ہی جب میں ملتان میں بطور اسسٹنٹ کمشنر متعین تھا اور اپنی بیوی کے ماموں کرنل سید حبیب اللہ شاہ صاحب کے ہاں عارضی طور پر مقیم تھا جو وہاں سپرنٹنڈنٹ سنٹرل جیل تھے تو حضور نے سندھ جاتے ہوئے وہاں ایک روز قیام فرمایا۔ آپ مجھے ڈرائنگ روم میں لے گئے اور ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کیا اور فرمایا کہ دیکھو تم ICS ہو اور تمہیں اعلیٰ طبقہ سے ملاقات کے بہت مواقع ملیں گے لیکن یہ بات تمہیں ہرگز غرباء اور کمزور لوگوں کی ہر طرح سے مدد کرنے سے کبھی باز نہ رکھے۔ آپ نے فرنیچر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسا فرنیچر جو غریبوں سے ملاقات میں روک بنے، رکھنے کے قابل نہیں۔ جس طرح ہر غریب پر رسول ﷺ کے دروازے بلا امتیاز کھلے رہتے تھے یہی وہ سنت ہے جسے اپنانا چاہئے۔ آپ کی آواز بھرائی ہوئی تھی اور آپ کی آنکھیں پرنم تھیں۔ میری حالت کا اندازہ ہی لگایا جا سکتا ہے اسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے آپ کو کبھی اتنی جذباتی حالت میں نہیں دیکھا۔''

(ماہنامہ انصار اللہ۔ مئی، جون، جولائی صفحہ 754)

عیادت

حضرت منشی اروڑا خان صاحب کی عیادت کے لئے حضور ہسپتال تشریف لے گئے اور اخبار الفضل اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''جمعہ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مع ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب آپ کی کوٹھڑی میں گئے نبض دیکھی گئی چمچے کے ذریعہ دودھ دیا گیا، آنکھیں کھلی تھیں بخار زور کا تھا ہوش بجا نہ تھے، سانس اُکھڑی ہوئی تھی، حضرت خلیفۃ المسیح جمعہ کے بعد سے عصر کے وقت تک کوئی ڈیڑھ گھنٹہ منشی صاحب کے پاس اسی کوٹھڑی میں بیٹھے رہے''۔ (الفضل یکم نومبر 1919ء صفحہ 7)

جب سزا دیتے ہیں تو بڑا مزہ آتا ہے

مکرم مولوی عبد الرحمٰن صاحب انور جو حضرت مصلح موعودؓ کے پرائیویٹ سیکرٹری تھے اُن کی اہلیہ صاحبہ نے ایک دفعہ بیان کیا ربوہ میں بجلی کی صورتحال ہمیشہ کمزور ہی رہی۔ ایک بار بہت بجلی بند ہوئی تو حضور نے انور صاحب کو سزا دی کہ ان کے گھر کی بجلی کاٹ دی جائے کیونکہ ان کی سستی ہے یہ بجلی کے صحیح ہونے کے لئے واپڈا سے مل کر کوشش نہیں کرتے۔ کہتی ہیں خیر ہمارے گھر کی بجلی کاٹ دی گئی۔ مغرب کا وقت ہوگیا۔ ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ دروازہ کھٹکھٹایا گیا۔ جا کر دیکھا تو ایک کارکن ہاتھ میں مٹی کے تیل کا کنستر اور لالٹین لئے کھڑا تھا کہ حضور نے فرمایا ہے کہ وہ اندھیرے میں بیٹھے ہوں گے۔ یہ چیزیں ان کے گھر پہنچاؤ۔ اسی طرح کوئٹہ میں کسی کارکن سے ناراض ہو کر سزا دی کہ تین دن مسجد میں بیٹھ کر استغفار کرے۔ بعد میں خیال آیا بیچارہ اکیلا بیٹھا کیا کرے گا ساتھ ہی کچھ کتابیں بھی پڑھنے کو بھیج دیں اور کھانا وغیرہ بھی گھر سے جاتا رہا۔ تو کسی نے یونہی نہیں کہا تھا کہ حضور جب سزا دیتے ہیں تو بڑا مزہ آتا ہے۔

دل کے حلیم آپ سچے معنوں میں ہیں

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ حضور کی سیرت کے ذکر میں فرماتی ہیں:

''میرے پیارے بڑے بھائی حضرت خلیفۃ المسیح کا مقام اور آپ کے کام روز روشن کی طرح سب پر ظاہر ہیں...... آپ کی صفات میں ایک نہایت پیاری صفت نمایاں دیکھی کہ آپ کا دل بہت ہی صاف ہے اتنا صاف دل کہ غصہ، کینہ جس میں ٹھہر ہی نہیں سکتا۔ کسی کی برائی آپ سوچ ہی نہیں سکتے۔ ہمیشہ دوسروں کے لئے خیر کے الفاظ ہی آپ کی زبان مبارک سے نکلے اور خیر ہی ہر ایک کی آپ نے چاہی۔ دل کے حلیم آپ سچے معنوں میں ہیں۔ بہت تنگ آکر یا کاموں کے سلسلہ میں آپ کو غصہ کے بعد جس پر غصہ کیا گیا اس سے زیادہ آپ کو تکلیف ہوتی رہی ہے اور کسی نہ کسی طرح اس کے تدارک میں کوشاں رہے۔ کسی صورت میں جب تک نرمی کا اظہار نہ ہو جائے آپ کو خود چین نہ آتا تھا...... جیسے ماں تنگ آکر اپنے پیارے بچے کو مار کر خود آنسو بہاتی ہے...... نرمی اور رحم وشفقت آپ میں اعلیٰ درجہ کا ہمیشہ پایا۔ ایک بار بہت عرصہ کی بات ہے ایک اخبار میں خبر آئی کہ ایک بچی (کوئی تین سال عمر کی) نے اپنے غریب باپ کی جمع پونجی سے نوٹ دو تین سو کے چولھے میں پھینک دیئے اور باپ نے فوری غیظ وغضب کے تحت اس معصوم کی ٹانگیں چیر کر مار ڈالا۔ مجھے یاد ہے اس خبر کو پڑھ کر جو آپ کی حالت ہوئی تھی سخت صدمہ تھا ٹہلتے تھے اور کہتے تھے کہ ''غربت کی وجہ سے جو باپ جوش میں ایسا فعل کر بیٹھا اب خود اس کے دل کی کیا حالت ہوگی۔ جب تک زندہ رہا اس بچی کی موت اور اپنے ظالمانہ سلوک کو یاد کر کے تڑپتا ہی رہے گا۔ جو تکلیف اس وقت آپ کو تھی اور آپ کا کرب وہ مجھے ہمیشہ یاد آتا ہے۔'' (خالد دسمبر 1990ء صفحہ 127-128)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

''جب میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا، جب لوگ میرے کاموں کی نسبت ٹھنڈے دل سے غور کر سکیں گے، جب سخت دل سے سخت دل انسان بھی جو اپنے دل میں شرافت کی گرمی محسوس کرتا ہوگا ماضی پر نگاہ ڈالے گا، جب وہ زندگی کی ناپائیداری کو دیکھے گا اور اس کا دل ایک نیک اور پاک افسردگی کی کیفیت سے لبریز ہو جائے گا اس وقت وہ یقیناً محسوس کرے گا کہ مجھ پر ظلم پر ظلم کیا گیا اور میں نے صبر سے کام لیا۔ حملہ پر حملہ کیا گیا لیکن میں نے شرافت کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا...... یہ بہترین بدلہ ہوگا جو آنے والا زمانہ اور جو آنے والی نسلیں میری طرف سے ان لوگوں کو دیں گی اور ایک قابل قدر انعام ہوگا جو اس صورت میں مجھے ملے گا''۔

(انوار العلوم جلد 10 صفحہ 323)

خود حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

اور آج ہر پروانہ احمدیت اس طرح گویا ہے کہ

اب وقت آگیا ہے کہ کہتے ہیں حق شناس
ملت کے اُس فدائی پہ رحمت خدا کرے

نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰه

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر ہمارے عمل اس قابل نہیں، ہماری عبادتیں سوز وگداز سے بھری ہوئی نہیں، ہم اللہ کی نظر میں مقبول نہیں تو لاکھ ہم ﴿نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰه﴾ کہتے رہیں اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اور دوسرے لوگ آکر یہ مقام لے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ تو اس طرح قبول نہیں کرتا وہ تو یہی کہے گا کہ پہلے اپنی حالت درست کرو، اپنے اعمال درست کرو، انسانی حقوق ادا کرو، پھر میرے دین کے مددگار کہلا سکتے ہو۔''

(سالانہ اجتماع انصار اللہ یوکے 2005ء سے خطاب)

مصلح بننے کی کوشش کریں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

''پس آج ہمارا بھی کام ہے کہ اپنے اپنے دائرے میں مصلح بننے کی کوشش کریں۔ اپنے علم سے، اپنے قول سے، اپنے عمل سے اسلام کے خوبصورت پیغام کو ہر طرف پھیلا دیں۔ اصلاح نفس کی طرف بھی توجہ دیں۔ اصلاح اولاد کی طرف بھی توجہ دیں۔ اور اس اصلاح اور پیغام کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے بھرپور کوشش کریں جس کا منبع اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بنایا تھا۔ پس اگر ہم اس سوچ کے ساتھ اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں گے تو یوم مصلح موعود کا حق ادا کرنے والے ہوں گے، ورنہ تو ہماری صرف کھوکھلی تقریریں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔''

(خطبہ جمعہ 18 فروری 2011ء)

مغربی میڈیا اور اسماء النبی ﷺ کی عظیم الشان تجلیات

(قمر داؤد کھوکھر۔ آسٹریلیا)

گزشتہ کچھ عرصہ سے مغربی ممالک میں میڈیا کی طرف سے بھی اور بعض مذہب سے تعصب رکھنے والے افراد کی طرف سے بھی دیرینہ اسلام دشمنی اور بغض کا اظہار موجودہ دور کی الیکٹرانک ایجادات کے ذریعہ کیا جارہا ہے۔ کبھی مذہب اسلام کو اور اس کی حسین تعلیمات کو ہدفِ تنقید بنایا جاتا ہے اور کبھی محسن انسانیت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر ناپاک حملوں کی جسارت کی جاتی ہے۔ اس میں کارٹون فلمیں ہوں یا اخبارات و جرائد میں چھپنے والے کارٹون ان سب کا مقصد اہل اسلام کی دلآزاری کے سوا کچھ بھی نہیں۔ لیکن ایک بات جو سب سے اہم ہے کہ یہ سب کچھ اس آزادی کے نام پر کیا جارہا ہے جو ان ممالک کا طرۂ امتیاز ہے۔ ایک طرف یہ ممالک آزادی کا نعرہ لگاتے ہیں کہ ہمارے ہاں ہر شہری کو نہ صرف ہر قسم کے شہری حقوق حاصل ہوں گے بلکہ اسے اپنے عقیدہ کے اظہار، اس پر عمل اور اس کی تشہیر کی بھی اجازت ہوگی۔ اور دوسری طرف اسی مزعومہ آزادی اور حقوق کا سہارا لے کر ان ممالک کے مذہب سے متنفر اور دین اسلام سے تعصب رکھنے والے افراد اور میڈیا دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کی وقتاً فوقتاً نہ صرف دلآزاری کرتے ہیں بلکہ ان کے جذبات سے کھیلنے کی بھی گھٹیا اور گھناؤنی کوشش کرتے ہیں۔

لیکن ان کی کوششوں سے کیا ہوگا؟ ایک بات جس سے یہ لوگ غافل ہیں کہ مامور زمانہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جب اس زمانے میں اسلام کے احیا اور محبوب خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کے لئے مامور فرمایا تو یہ بھی الہام فرمایا تھا کہ ''دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کردے گا۔'' (فتح اسلام روحانی خزائن جلد:3 صفحہ: 9، سِرُّ الخلافۃ، روحانی خزائن جلد:8 صفحہ:315، نزول المسیح، روحانی خزائن جلد:18 صفحہ:466-467،) اور یہ زور آور حملے کیا ہیں؟ یہ وہ قہری نشان ہیں جو اللہ تعالیٰ کے مامورین کا انکار کرنے پر زمین اور آسمان سے اس کے مامور کی سچائی کو ظاہر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی آمد ثانی کی نشانیوں میں یہ بات بیان فرمائی تھی کہ میری آمد ثانی کے وقت آسمانی نشانات کے ساتھ ساتھ پانچ قسم کے زمینی نشانات بھی ظاہر ہوں گے۔ یعنی زلازل، جنگیں، قحط، طاعون اور سیلاب وغیرہ (مرقس باب:13 آیت 8-7، لوقا باب:21 آیت:11-9 و آیت:25، باب:17 آیت:30-26، متی باب:24 آیت:7 و آیت:39-37) اور یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ گزشتہ چند سالوں میں دنیا کے کم و بیش تمام براعظموں میں زلازل بھی آئے ہیں، سیلاب اور سونامی نے بھی ملکوں کو ڈبویا ہے اور بعض ممالک میں خشک سالی، قحط اور مالی بحرانوں نے ملکوں حکومتوں اور عوام الناس کو جھنجوڑا ہے تا کہ وہ ان قہری نشانوں کو دیکھ کر دین اسلام اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ناپاک حملوں سے باز آجائیں اور اپنے خالق کی طرف رجوع کر کے اس کے مامور اور مسیح آخرالزماں کو قبول کر سکیں۔ جیسا کہ حال ہی میں اکتوبر 2012ء کے آخر میں آنے والا طوفان Hurricane Sandy جس نے امریکہ میں وہ تباہی مچائی ہے کہ اس کے نتیجہ میں ہونے والے نقصان کا اندازہ 50 بلین ڈالرز لگایا گیا ہے۔ اور یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ یہ اس سال کا دسواں عظیم طوفان تھا جس کا پھیلاؤ 1800 کیلومیٹرز تک تھا۔ گویا اس طوفان نے ایک وسیع علاقہ کو متاثر کیا تھا۔ ایک سال کے اندر دس طوفانوں کا آنا اور دیگر آفات کا دنیا میں ظاہر ہونا آخر کس بات کی نشاندہی کرتا ہے؟

دنیا کا کوئی خطہ محبانِ محمدؐ سے خالی نہیں

جیسا کہ گزشتہ سطور میں یہ ذکر کیا جاچکا ہے کہ اس دور میں مغربی میڈیا کی طرف سے محسن انسانیت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر ناپاک حملوں کی جسارت کی جاتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو ہدف تنقید بنایا جاتا ہے۔ (نعوذ باللہ من ذلك) یہ طرز عمل کوئی نیا نہیں۔ اہل مکہ نے بھی یہی روش اپنائی تھی۔ ان کے سرداروں کا تو کوئی نام لیوا بھی باقی نہ رہا لیکن آج محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینے والوں اور آپؐ پر درود پڑھنے والوں سے دنیا کا کوئی خطہ خالی نہیں ہے۔ دنیا کا کوئی برّ اعظم ایسا نہیں ہے جہاں سے ہر روز پانچ بار " اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّااللّٰہ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًرَّسُوْلُ اللّٰہ" کی صدائیں بلند نہ ہوتی ہوں۔ دنیا کا کوئی برّ اعظم ایسا نہیں ہے جہاں سے ہر روز پانچ نمازوں کے ادا کرنے والے اللہ کا نام بلند نہ کرتے ہوں اور اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجتے ہوں کہ یہ ان کا دینی فریضہ بھی ہے اور ان کے ایمان و اسلام کی علامت ونشانی بھی ہے۔

اسی طرح اگر وقت کے لحاظ سے بھی دیکھیں تو دنیا کا وقت 24 گھنٹوں میں تقسیم ہے یعنی ہر خطِ طول البلد پر وقت بدل جاتا ہے اور اس حصہ دنیا میں رہنے والے اپنے اپنے وقت پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بلند کرتے ہیں۔ اس طرح گویا کہ ہر وقت اور گھڑی یا گھنٹہ نماز کا وقت بن جاتا ہے اور اس طرح گویا ساری دنیا سے ہر گھڑی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا ذکر بلند ہو رہا ہے۔

پس جب جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کر کے مسلمانوں کے دل زخمی اور مجروح کیے جاتے ہیں تو محبانِ محمدؐ کے دل پگھل کر آستانہ اُلوہیت پر گرتے ہیں اور اپنے ربّ ذوالجلال کے حضور اپنے پیارے حبیبؐ پر درود وسلام کا

نذرانہ پیش کرتے ہیں تا کہ ان کا ربّ ان کے اس دکھ اور درد کا مداوا کر سکے۔

جب نفرتوں کو محبتوں میں بدل دیا گیا

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم اس بات سے تعجب نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے قریش کی گالیاں اور لعنتیں کس طرح پھیر دیتا ہے۔ وہ مذمم کو گالیاں دیتے ہیں اور مذمم پر لعنت کرتے ہیں۔ جبکہ مَیں محمدؐ ہوں۔"

(بخاری کتاب الانبیاء، باب: ماجاء فی اسماء رسول اللہ ﷺ، مشکوٰۃ، باب اسماء النبیؐ)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے 'محمدؐ' کو 'مذمّم' کے بالمقابل رکھ کر بطور صفت یعنی بار بار حمد کیا گیا ذکر فرمایا ہے۔ اور مراد اس سے یہ ہے کہ یہ کفار مکہ جنہوں نے دعویٰ نبوت سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام امین وصدوق رکھا ہوا تھا، جب آپؐ نے دعویٰ کیا تو یہی کفار مکہ رسول پاک کا نام بگاڑ کر محمدؐ کے بجائے مذمّم کہا کرتے تھے (نعوذ باللہ)۔ اور یہودی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے تو 'السلام علیکم' کی بجائے شرارت سے "السام علیکم" کہتے تھے کہ (نعوذ باللہ) تم پر موت آئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس استہزاء کو انہی پر لوٹا دیا تھا۔ اور ان کے سردار جو اس استہزاء میں پیش پیش تھے اور اللہ اور اس کے رسولؐ کا نام مٹانا چاہتے تھے، بدر اور احد کی جنگوں میں اپنے کیفر کردار کو پہنچے۔ اور باقی بچنے والے ان مخالفین میں سے بعض تو خود ایک لمبا عرصہ مخالفت کرنے کے بعد مسلمان ہوئے اور بعض مخالفین اور معاندین کی نسلیں آپؐ پر ایمان لائیں۔ اور اللہ اور اس کے رسولؐ کا نام ملک عرب سے نکل کر اکناف عالم تک پھیلتا چلا گیا۔

تاریخ اسلام میں بہت سے ایسے واقعات ملتے ہیں کہ کس طریق پر اللہ تعالیٰ نے ان مخالفین اسلام اور معاندین محمدؐ کے دلوں کو پھیرا تھا اور کس طرح ان کے مخالفانہ رویے محبت میں تبدیل ہو گئے تھے۔ چند واقعات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

ابوسفیانؓ بن حارث بن عبدالمطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے اور دودھ شریک بھائی تھے۔ انہوں نے ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کہی تھی جس کا جواب حضرت حسانؓ بن ثابت نے دیا تھا۔ یہ فتح مکہ کے موقعہ پر مشرف با اسلام ہوئے لیکن اسلام لانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کے سامنے شرم وحیا کی وجہ سے کبھی سر اٹھانے کی ہمت نہ ہوئی۔ (مشکوٰۃ جلد 3 اسماء الرجال صفحہ 342)

دشمن رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور معاند اسلام ابوجہل کا جگر گوشہ عکرمہ فتح مکہ کے بعد فرار ہو گیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے امان ملی تو اسلام قبول کیا اور صحابہ رسولؐ کے زمرہ میں شامل ہونے کا عظیم الشان شرف پایا۔

(سیرۃ النبی شبلی جلد اوّل صفحہ 301)

حضرت عمرؓ کے دَور میں جنگ یرموک میں حضرت عکرمہ بھی شریک ہوئے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ انہوں نے جنگ کے دوران مسلمانوں سے یہ بات کہی کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سے مواقع پر جنگ کی ہے اور کیا آج تم سے بھاگ جاؤں گا۔ دوران جنگ یہ پیدل چلے جا رہے تھے کہ حضرت خالدؓ بن ولید نے یہ رائے دی کہ ایسا نہ کرو۔ مسلمانوں کو تمہارا قتل ہو جانا گراں گزرے گا۔ حضرت عکرمہؓ نے فرمایا: اے خالد مجھے چھوڑ دو اس لئے کہ آپ کی حضور ﷺ کے ساتھ پرانی معرفت ہے اور میں اور میرا باپ رسول اللہ کے مخالفین میں سے رہے ہیں۔ یہ کہہ کر آگے بڑھ گئے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

(کنز العمال وابن عساکر)

ہندؓ ابوسفیانؓ کی بیوی جس نے جنگ احد میں عم رسولؐ حضرت حمزہؓ کا سینہ چاک کیا تھا اور دل وجگر کے ٹکڑے کیے، فتح مکہ کے دن اُس نے نقاب پہن کر اسلام قبول کیا تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہچان نہ سکیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی گفتگو سے اسے پہچان لیا لیکن اس واقعہ کا اس سے کبھی ذکر تک نہ فرمایا۔ ہندؓ اس بات سے متأثر ہو کر بے اختیار بول اٹھی تھی کہ یا رسول اللہ! کل تک آپؐ کے خیمہ سے مبغوض تر (ناپسندیدہ) خیمہ میری نگاہ میں نہ تھا۔ لیکن آج آپؐ کے خیمہ سے محبوب تر خیمہ میری نگاہ میں کوئی نہیں ہے۔

(سیرت النبی شبلی جلد: 2 صفحہ: 219)

ثُمامہؓ بن اُثال اپنے قبیلہ بنو حنیفہ کے رؤساء میں سے تھے۔ مسلمان انہیں گرفتار کر کے مدینہ لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ اس کو مسجد کے ستون کے ساتھ باندھ دیا جائے۔ اس کے بعد آپؐ مسجد میں تشریف لائے اور اس سے دریافت کیا کہ کیا کہتے ہو۔ اس نے کہا "اے محمدؐ! اگر مجھے قتل کرو گے تو ایک خونی کو قتل کرو گے اور اگر احسان کرو گے تو ایک شکر گزار پر احسان ہوگا۔ اور اگر زرِفدیہ چاہتے ہو تو تم مانگو میں دوں گا۔" یہ جواب سن کر آپؐ خاموش ہو گئے۔ دوسرے دن بھی یہی تقریر ہوئی۔ تیسرے دن بھی جب یہی جواب دیا تو آپؐ نے حکم دیا کہ ثُمامہ کی رسی کھول دو اور اسے آزاد کر دو۔ ثُمامہ پر اس خلاف توقع لطف وعنایت کا یہ اثر ہوا کہ قریب کے ایک درخت کی آڑ میں جا کر غسل کیا اور مسجد میں واپس آ کر کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں کوئی شخص میری نظر میں آپؐ سے زیادہ مبغوض (ناپسندیدہ) نہ تھا اور اب آپؐ سے زیادہ دنیا میں مجھے کوئی محبوب نہیں۔ کوئی مذہب آپؐ کے مذہب سے زیادہ میری آنکھوں میں برا نہ تھا اور اب وہی سب سے زیادہ پیارا ہے۔ کوئی شہر آپؐ کے شہر سے زیادہ ناپسندیدہ نہ تھا اور اب وہی پسندیدہ ہے۔ (سیرۃ النبی شبلی جلد: 2 صفحہ: 221)

اسم محمدؐ کی شان

تاریخ اسلام اور سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کتب یہ بتاتی ہیں کہ رسول اللہ کی ولادت کے بعد آپ کا نام مبارک "محمدؐ" رکھا گیا اور عام طور پر یہی بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کے دادا عبدالمطلب نے یہ نام رکھا تھا۔ شاہ معین الدین احمد ندوی نے اپنی تصنیف "تاریخ اسلام" میں سیرۃ ابن ہشام کے حوالہ سے یہ تحریر کیا ہے کہ: "عبدالمطلب پوتے کے تولد کی خبر سن کر گھر آئے اور نومولود بچہ کو خانہ کعبہ میں لے جا کر اس کے لئے دعا مانگی۔ ساتویں دن عقیقہ کر کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نام رکھا اور کل قریش کی دعوت کی۔ قریش نے اس نامانوس نام رکھنے کا سبب پوچھا جو کہ اب تک رائج نہ تھا۔ (تو) عبدالمطلب نے کہا (یہ نام اس لئے رکھا ہے تا کہ) میرا

فرزند ساری دنیا میں مدح وستائش کا سزاوار قرار پائے۔''

(تاریخ اسلام، جلد: 1 صفحہ: 33)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام رکھے جانے سے متعلق ایک دوسری روایت حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی اپنی تصنیف سیرۃ خاتم النبیینؐ میں ابن ہشام ہی کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ: ''بچہ کے پیدا ہوتے ہی آمنہ نے عبدالمطلب کو اطلاع بھجوادی جو سنتے ہی فوراً خوشی کے جوش میں آمنہ کے پاس چلے آئے۔ آمنہ نے ان کے سامنے لڑکا پیش کیا اور کہا کہ میں نے ایک خواب میں اس کا نام محمدؐ دیکھا تھا۔ عبدالمطلب بچے کو اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر بیت اللہ میں لے گئے اور وہاں جا کر خدا کا شکر ادا کیا اور بچے کا نام محمدؐ رکھا۔ جس کے معنے ہیں: ''بہت قابلِ تعریف''۔ اور پھر اسے واپس لا کر خوشی خوشی ماں کے سپرد کر دیا۔''

(سیرۃ خاتم النبیینؐ، صفحہ 93)

اس مندرجہ بالا روایت کی تصدیق ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے جو حضرت ارباضؓ بن ساریہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (میں) اپنی والدہ کا خواب ہوں کہ جب مَیں پیدا ہوا تو انہوں نے دیکھا کہ ایک نور ان سے نکلا ہے جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے ہیں''۔

(مشکوۃ، باب فضائل سید المرسلینؐ، فصل اول)

حضرت علامہ امام ابن قیمؒ نے اپنی کتاب 'زاد المعاد' میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی روایت سے یہ بات لکھی ہے کہ عبدالمطلب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدائش کے ساتویں روز ختنہ کیا، ایک دعوت کی اور محمدؐ نام رکھا۔

(جلد اول صفحہ 104)

اللہ عز وجل نے بھی قرآن کریم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی نام سے مخاطب فرمایا ہے۔ اور حسب ذیل چار مقامات پر یہ نام مذکور ہے:

(1) وَ مَا محمدٌ اِلّا رسول...... (آل عمران 3 آیت: 145)

(2) مَا کانَ محمدٌ اَبَا اَحَدٍ...... (الاحزاب 33 آیت: 41)

(3) و آمِنُو ابِمَا نُزِّلَ عَلیٰ محمد ...... (محمد 47 آیت: 3)

(4) محمدٌ رَّسول اللّٰہ وَالَّذین مَعَہٗ ...... (الفتح 48 آیت: 30)

اسی طرح توریت میں بھی آنے والے عظیم الشان رسول کا نام محمدؐ ہی بتایا گیا تھا لیکن بدقسمتی سے بائبل نویسوں نے تراجم در تراجم کرتے ہوئے اس نام کا بھی ترجمہ کر ڈالا اور اصل نام پردہ اخفاء میں چلا گیا۔ جیسا کہ بائبل کی کتاب غزل الغزلات جو کہ حضرت سلیمانؑ کی طرف منسوب کی جاتی ہے اور اس ساری کتاب کو ایک روحانی تمثیل (Spiritual Allegory) قرار دیا جاتا ہے۔ اس کتاب کے باب 5 کی آیت 16 میں عبرانی زبان میں یہ لکھا ہے: '' خِلُّو محمدیم زہ دودی و زہ رَعی بلوث یروشلیم'' جس کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ 'وہ تو ٹھیک محمدؐ ہے۔ میرا خلیل میرا حبیب یہی ہے اے یروشلم کی بیٹیو۔' جبکہ بائبل کا ترجمہ کرنے والوں نے لفظ 'محمدیم' کا ترجمہ 'سراپا عشق انگیز' کر دیا ہے اور انگلش تراجم میں اس کا ترجمہ "Altogather lovely" ملتا ہے۔

یہاں قارئین کی دلچسپی کے لیے دو انگلش تراجم ذیل میں درج کیے جاتے ہیں تا کہ قارئین ان تراجم کا تجزیہ کر کے خود نتیجہ اخذ کر سکیں کہ بائبل نویسوں نے تراجم کرتے وقت کیا کیا غضب ڈھائے ہیں۔ مثلاً اس آیت کا کنگ جیمز کے معروف نسخوں میں ترجمہ یہ ہے کہ:

"His mouth is most sweet: yea, he is altogather lovely. This is my beloved, and this is my friend, O daughters of Jerusalem." (Solomon's Song;5;16)

جبکہ آسٹریلیا سے ترجمہ ہو کر شائع کی جانے والی بائبل 'Good News Bible' میں اس آیت کا ترجمہ اس طرح ملتا ہے کہ:

"His mouth is sweet to kiss; everything about him enchants me. That is what my lover is like, women of Jerusalem." (Song of Songs;5:16)

اسی طرح اردو بائبل میں یہ آیت اس طرح درج کی گئی ہے کہ: ''اس کا منہ از بس شیریں ہے۔ ہاں وہ سراپا عشق انگیز ہے۔ اے یروشلم کی بیٹیو! یہ ہے میرا محبوب۔ یہ ہے میرا پیارا۔'' (غزل الغزلات، باب: 5 آیت: 16)

دلچسپ امر یہ ہے کہ اتنی واضح تبدیلیوں کے بعد بھی عیسائیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ بائبل خدا کا کلام ہے۔ تاہم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمدؐ آپؐ کی پیدائش کے بعد الٰہی منشا کے تحت رکھا گیا۔ قرآن میں بھی یہی نام مذکور ہے اور بائبل (توریت) کی پیشگوئیوں میں بھی یہی نام ملتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اور اسماء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا نام احمد ہے جس کا ذکر حضرت عیسیٰؑ کی پیشگوئی میں ملتا ہے۔ جسے قرآن کریم کی سورہ صف (61) کی آیت 7 میں بیان کیا گیا ہے۔ اور احادیث میں بھی یہ نام مذکور ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ ''صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبیر بن مطعمؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میرے کئی نام ہیں۔ میں محمدؐ ہوں، احمدؐ ہوں اور ماحی ہوں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کفر کو مٹاتا ہے۔ اور میں حاشر ہوں کہ لوگ میرے قدموں پر اٹھائے جائیں گے اور میں عاقب ہوں۔''

(بخاری کتاب الانبیاء، باب ماجاء فی اسماء رسول اللہ ﷺ، مشکوۃ، باب: اسماء النبیؐ۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ صاحب مشکوۃ نے حدیث کے آخر میں عاقب کے معنے دیے ہیں کہ عاقب وہ ہے جس کے بعد نبی نہ ہو۔ لیکن بخاری میں یہ الفاظ نہیں ملتے، امام بخاری نے یہ حدیث کتاب الانبیاء اور کتاب التفسیر میں دو بار درج کی ہے لیکن عاقب کے معنے درج نہیں ہیں۔ مولانا شبلی نے اپنی تصنیف سیرت النبیؐ میں یہ ذکر کیا ہے کہ عاقب کے معنیٰ حدیث میں یہ دراصل امام زہری کا قول ہے نہ کہ رسولؐ کی تشریح۔ سیرت النبی جلد 3 صفحہ 473)

ایک حدیث میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کئی نام بیان فرمایا کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا میں محمدؐ ہوں اور احمدؐ ہوں، میرا نام المُقفِی، الحاشر، نبی التوبہ اور نبی الرحمۃ ہے۔ (مشکوٰۃ، باب: اسماء النبیؐ)

اسی طرح سنن دارمی میں ایک روایت آتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ ''میں حبیب اللہ ہوں قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا۔'' (مشکوٰۃ، باب: فضائل سید المرسلینؐ، فصل دوم)

بعض مفسرین نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ناموں کا تذکرہ کیا ہے۔ مثلاً تفسیر جلالین کے حاشیہ میں علاّمہ احمد الصاوی المالکی نے یہ لکھا ہے کہ: حسن نے کعب احبارؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام جنتیوں کے ہاں عبدالکریم، دوزخیوں کے ہاں عبدالجبار، اہل عرش کے نزدیک عبدالمجید، دیگر ملائکہ کے ہاں عبدالحمید، انبیاء کرام کے ہاں عبدالوھاب، شیاطین کے ہاں عبدالقاہر، جنوں کے ہاں، عبدالرحیم، پہاڑوں میں عبدالخالق، جنگل میں عبدالقادر، سمندر میں عبدالمہیمن، حشرات کے ہاں عبد الغیاث، اور جانوروں کے ہاں عبدالرزاق ہے۔''

(تفسیر جلالین حاشیہ للصاوی جز 2 صفحہ 89، زیر آیت مکتو با عند ھم)

احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نام 'قاسم' بھی وارد ہوا ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: " اَنَا قَاسِمٌ وَ خَازِنٌ وَاللّٰہُ یُعْطِی" کہ میں قاسم یعنی تقسیم کرنے والا ہوں اور خازن ہوں دیتا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ (بخاری کتاب الجہاد باب 249)

ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "اِنَّمَا جُعِلْتُ قَاسِماً اَقْسِمُ بَیْنَکُمْ" کہ مجھے قاسم بنایا گیا ہے کہ تمہارے درمیان تقسیم کروں۔ اور دوسری روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: " بُعِثْتُ قَاسِماً اَقْسِمُ بَیْنَکُمْ" کہ مجھے قاسم بنا کر مبعوث کیا گیا ہے میں تم میں تقسیم کرتا ہوں۔ (بخاری کتاب الجہاد باب 249)

حضرت معاویہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: "مَنْ یُرِدَاللّٰہُ بِہٖ خَیْراً یُفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ وَ اللّٰہُ الْمُعْطِی وَ اَنَاالْقَاسِمُ" کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔ اور دینے والا تو اللہ ہی ہے میں تو صرف قاسم یعنی تقسیم کرنے والا ہوں۔ (بخاری کتاب الجہاد باب 249)

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: "مَا اُعْطِیْکُمْ وَلَا اَمْنَعُکُم اَنَا قَاسِمٌ اَضَعُ حَیْثُ اُمِرْتُ" کہ میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں مجھے جہاں حکم ہوتا ہے وہیں رکھ دیتا ہوں۔ (بخاری کتاب الجہاد باب 249)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نام قاسم کا ذکر کرتے ہوئے ایک بار یہ فرمایا کہ: ''آنحضرت ﷺ کے اسم قاسم کا بھی یہی سرّ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے لیتے ہیں اور پھر مخلوق کو پہنچاتے ہیں۔ پس مخلوق کو پہنچانے کے واسطے آپ کا نزول ہوا۔'' (ملفوظات جلد 8 صفحہ 2)

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ قرآن کریم کے نزول اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے تمام انبیاء علیہم السلام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے اقرار کا ایک عہد لیا گیا تھا کہ ایک عظیم الشان رسول محمدؐ مبعوث ہونے والا ہے۔ اس عہد یعنی میثاق النبیین کا ذکر سورہ آل عمران کی آیت 82 اور سورہ احزاب کی آیت 8 میں کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جو اہل کتاب ایمان لائے وہ انہی علامتوں یا صفات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں تلاش کرتے تھے جو ان کے انبیاءؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق بیان کی ہوئی تھیں۔ اس ضمن میں مختلف واقعات کتب احادیث میں درج ہیں۔ صرف دو روایات پیش ہیں:

حضرت عطاءؒ بن یسار بیان کرتے ہیں کہ میں عبداللہؓ بن عمروؓ بن عاص کو ملا۔ میں نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ صفت بیان کریں جو توریت میں ہے۔ تو انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم توریت میں آپ کی بعض صفات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے کہ اے نبی ہم نے تجھ کو امت پر شاہد بنا کر اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تو امیوں کی جائے پناہ ہے۔ تو میرا بندہ اور رسول ہے۔ میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے۔ تو بدخو سخت گو اور بازاروں میں غل مچانے والا نہیں ہے۔ تو برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتا بلکہ معاف کر دیتا ہے۔ اور بخش دیتا ہے............

(مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فصل اول)

اور دوسری روایت میں ہے کہ ''حضرت کعبؓ احبار توریت سے حکایت بیان کرتے ہیں کہ ہم توریت میں لکھا ہوا پاتے ہیں کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں میرے پسندیدہ اور چنیدہ بندے ہیں۔ نہ سخت گو ہیں نہ درشت خو۔ نہ بازاروں میں چلانے والے ہیں۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے بلکہ معاف کر دیتے ہیں اور بخش دیتے ہیں۔ ان کی جائے پیدائش مکہ ہے اور ہجرت کی جگہ مدینہ ہے۔ اس کی بادشاہی شام ہے۔ ان کی امت بہت حمد کرنے والی ہے۔ وہ شادی اور غمی میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں۔ ہر منزل میں اللہ کی حمد بیان کرتے ہیں۔ ہر بلند جگہ پر اللہ کی بڑائی بیان کرتے ہیں۔ وہ سورج کا خیال رکھنے والے (یعنی وقت کا لحاظ رکھنے والے ہیں) جب نماز کا وقت آتا ہے نماز پڑھتے ہیں۔ آدھی پنڈلیوں پر تہبند باندھتے ہیں۔ اور اپنے اطراف پر وضو کرتے ہیں۔ ان کا پکارنے والا آسمانی فضا میں ندا کرتا ہے۔ لڑائی میں ان کی صف نماز میں صف باندھنے کی طرح ہے۔ رات کو ان کی آواز اس طرح پست ہوتی ہے جس طرح شہد کی مکھی کی آواز ہے۔''

(مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین ﷺ فصل دوم)

ان دونوں مذکورہ بالا روایات میں دراصل یسعیاہ نبی کی پیشگوئی کو اپنے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ اور موجودہ بائبل میں یہ پیشگوئی یسعیاہ (Isaiah) کے ابواب 51, 42, 35 اور 60 میں ملتی ہے۔

اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت

جہاں تک عربی لفظ محمد کا تعلق ہے تو یہ حمد کا مفعول ہے جس میں مبالغہ پایا جاتا ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ محمد وہ ہے'' الذی یُحمدُ حمداً بعد حمدٍ ''یعنی وہ ذات جس کی ہمیشہ تعریف کی جائے۔ یا دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب ہے ''بہت تعریف کیا گیا''۔ یعنی آپؐ کی تعریف سب سے زیادہ کی جاتی ہے۔ عربی کی مشہور لغت (Dictionary) لسان العرب میں لفظ حمد کے تحت لکھا ہے کہ: ''محمدٌ ھذا الاسم منه کانه' حُمِّد مرَّةً بعد اُخریٰ''، یعنی محمد کا لفظ حمد سے بنا ہے اور اس کے معنے ہیں کہ جس کی کثرت سے تعریف کی جائے۔

صاحب زرقانی لکھتے ہیں:

''انّ المحمّد لغة هو الّذی حُمِّد مرَّةً بعطوَةٍ اِلیٰ غیرِ النهایة کَالمُمدَّحِ اَوِالَّذِی تکامَلَت فِیهِ الخصالُ المحمودہ'' (زرقانی علی المو طا جلد 4 صفحہ 249)

یعنی محمد اس کو کہتے ہیں جس کی بار بار تعریف کی جائے یا محمد اسے کہا جاتا ہے جس میں نیک خصلتیں کمال کو پہنچی ہوئی ہوں۔

اسی طرح کتاب 'مجمع البحار' میں لکھا ہے کہ:

''اِذا بَلغ النِّھایۃُ و تکاملتْ فِیہِ الْمَحاسِنُ فَھُوَ محمدٌ وھُوَ منقولٌ مِنَ الصِّفَۃِ للتّاوِل اِنَّہٗ سیکثُرُ حمدہٗ.'' (جلداول زیرلفظ حمد)

گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمدؐ اس لیے رکھا گیا تا آپؐ کی کثرتِ حمد پر دلالت کرے۔

ولادت مبارک کے وقت آپؐ کا نام محمدؐ رکھے جانے میں بھی یہی حکمت پنہاں تھی کہ آئندہ چل کر اس وجود باجود کی سب سے زیادہ تعریف کی جائے گی۔

اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

وَیَحْمَدُکَ اللّٰہُ الوَحِیْدُ وَ جُنْدُہٗ
وَیُثْنِی عَلَیْکَ الصُّبْحُ اِذْھُوَ یَحْشُرُ

یعنی اللہ جو وحید ہے اور اس کے فرشتے آپؐ کی حمد تعریف کرتے ہیں۔ اور صبح بھی جب لوگوں کو اٹھاتی ہے تو وہ بھی آپ کی ثناء کرتی ہے۔

آپؐ کا دوسرا نام احمدؐ بھی عربی کے لفظ حمد سے بنا ہے اور اَفعلُ التّفضِیل کے وزن پر ہے۔ اور اس کا معنی یہ ہوگا کہ ''آپؐ نے اللہ کی دوسروں سے زیادہ حمد کی۔'' یا ''آپؐ اللہ کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والے ہیں۔''

حضرت علامہ امام ابن قیمؒ نے رسول اللہ ﷺ کے مبارک ناموں سے متعلق اپنی کتب میں سیر حاصل بحث کی ہے۔ آپ اپنی تصنیف 'جلاء الافہام' میں تحریر کرتے ہیں کہ: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمدؐ اس لیے ہے کہ اس نام محمدؐ کے مسمّٰی [یعنی رسولؐ اللہ] بہت سی حمدوں کے جامع ہیں۔ آپؐ کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی حمد کی گئی ہے۔ آپؐ فرشتوں اور مرسلین کے نزدیک بھی حمد کیے گئے ہیں۔ اور روئے زمین کے سب لوگ آپؐ کی حمد کرتے ہیں۔ اور جو لوگ عناد اور جہل کی وجہ سے آپؐ کی صفاتِ کمال سے منکر ہیں وہ آپؐ کے انکاری ہیں۔ لیکن درحقیقت وہ بھی آپؐ کے حامد ہیں۔ ہاں ان کو صرف ان صفات کا علم نہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہیں''۔ (جلاء الافہام، صفحہ 118)

ایک اور جگہ تحریر کرتے ہیں:

''آپؐ کے اسمائے مبارکہ محض ستائش بیان کرنے کے لیے صفاتی نام نہیں بلکہ اسمائے مشتقہ ہیں جو مکمل طور پر صفاتِ مدح و کمال کے ترجمان ہیں۔''

(زادالمعاد، فصل فی اسمائہ ﷺ. جلداول صفحہ108)

دوسرے مقام پر امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:

''محمدؐ کا لفظ حمد کے کثیر خصائل کی حامل ہستی پر بولا جائے گا۔ اور احمد کا مطلب دوسروں سے زیادہ حمد کا سزاوار ہوتا ہے۔ پس محمدؐ کثرت و کمیتِ حمد اور احمدؐ صفت و کیفیتِ حمد کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ الحاصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں سے زیادہ حمد کے سزاوار اور دوسروں سے زیادہ افضلیت کے حامل ہیں۔ آج تک انسانی معاشرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کی حمد نہیں کی۔ یہ دونوں آپؐ کے نام ہیں۔ مدح اور معنیٰ کے لحاظ سے یہ دونوں نام سب سے بلیغ اور کامل ہیں۔...... دوسرے یہ دونوں نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و اوصافِ حمیدہ کے مظہر ہیں اس وجہ سے آپ محمدؐ اور احمدؐ دونوں اسمائے مبارکہ کے مستحق ہیں۔ زمین و آسمان اور دنیا و آخرت کی تمام مخلوق آپ کے خصائل حمیدہ کے باعث آپؐ کی تعریف میں رطب اللسان ہے۔ اور یہ اوصاف و خصائل اتنے ہیں کہ ان کی تعداد حساب و شمار سے باہر ہے۔''

(زادالمعاد، فصل فی اسمائہ ﷺ. جلداول صفحہ 114)

امام صاحب موصوف مزید فرماتے ہیں کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء دو قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ جو آپؐ کے لیے خاص ہیں اور دوسرا کوئی رسول اس میں شریک نہیں جیسے محمدؐ، احمدؐ، عاقب، حاشر، المُقفّی اور نبی الملحمہ۔ دوسرے وہ اسماء جن میں دوسرے رسول بھی آپؐ کے ساتھ شریک ہیں لیکن ان میں آپ کو کمال حاصل ہے۔ پس ان صفات میں کمال آپ کے لئے خاص ہے نہ کہ اصل صفت جیسے رسول، نبی، عبد، شاہد، مبشر، نذیر، نبی رحمت اور نبی توبہ۔ اور اگر آپ کی ہر صفت سے آپ کا نام بنایا جائے تو آپؐ کے نام دو سو سے بھی زیادہ ہو جائیں گے۔ جیسے صادق، مصدوق، رؤف اور رحیم وغیرہ۔ اور اسی کے متعلق کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہزار نام ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی ہزار نام ہیں اور ایسا کہنے والے ابوالخطاب بن دحیہ ہیں۔''

(زادالمعاد، فصل فی اسمائہ ﷺ. جلداول صفحہ:110-109)

اسی طرح امام جلال الدین سیوطی اپنی مشہور کتاب ''اکلیل فی استنباط التنزیل'' کے آخر میں تحریر کرتے ہیں کہ: ''قرآن کریم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ستر (70) نام بصراحت درج ہیں''۔

امام سیوطی نے جن اسماء النبی کی طرف اشارہ کیا ہے قارئین کی دلچسپی کیلئے قرآن کریم میں مذکور چند (24) اسماء النبی ﷺ ذیل میں درج کیے جاتے ہیں: طٰہٰ، یٰسین، المزمّل، المدثّر، عبداللہ، الانسان، نور، ذکر، سراج منیر، خاتم النبیین، رحمۃ اللعالمین، شھید، النبی الامی، شاھداً، مبشراً، نذیراً، داعیاً الی اللّٰہِ، بشیر، عزیز، حریصٌ علیکم، رؤف، رحیم، اولیٰ، مصدّق.

(آئندہ شمارہ میں جاری ہے)

اخلاق فاضلہ!

حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کے اخلاق کا ایک خوبصورت نقشہ آپ کی اہلیہ اُم ابان نے کھینچا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ انہیں بہت رشتے آئے تھے مگر انہوں نے حضرت طلحہؓ کی کئی شادیوں کے باوجود ان کے ساتھ نکاح کو ترجیح دی۔ جب اُن سے اِس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ اس کی وجہ حضرت طلحہؓ کے اخلاق فاضلہ ہیں۔ وہ فرماتی تھیں کہ میں طلحہؓ کے ان اوصاف کریمانہ سے واقف تھی کہ وہ ہنستے مسکراتے گھر واپس آتے ہیں اور خوش و خرم باہر جاتے ہیں۔ کچھ طلب کرو تو بخل نہیں کرتے اور خاموش رہو تو مانگنے کا انتظار نہیں کرتے۔ نیکی کرو تو شکرگزار ہوتے ہیں اور غلطی ہو جائے تو معاف کر دیتے ہیں۔

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(داؤد احمد عابد . مربی سلسلہ)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کا نور آسمان سے لائے، ان نورانی صفات سے متصف ہوئے، پھر اپنے اصحاب کو بھی اس نور سے منور کرتے ہوئے انہیں ستارے بنادیا۔

نور لائے آسماں سے خود بھی وہ اک نور تھے

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انہیں درخشاں ستاروں میں ایک خوش بخت وجود حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ والد کا نام عوام بن خویلد تھا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی تھے، جبکہ آپکی والدہ ماجدہ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔ نیز رشتہ میں آپ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زلف تھے۔ کیونکہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہمشیرہ حضرت اسماء بنت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کے عقد میں تھیں۔ آپ 594 عیسوی کو ہجرت سے 28 سال قبل پیدا ہوئے۔ آپ وہ خوش بخت اور بہادر وجود تھے کہ اسلام کے دفاع میں سب سے پہلے تلوار اٹھانے کی سعادت آپ کے حصہ میں آئی۔ عشرہ مبشرہ میں شامل ہونے والے خوش نصیبوں میں سے ایک آپ بھی ہیں۔

آپ ابتدائی مسلمانوں میں سے تھے، جس وقت آپ کو ایمان لانے کی توفیق ملی آپ کی عمر اس وقت صرف 15 برس تھی، ایمان لانے والوں میں آپ کا ساتواں نمبر تھا، آپ کو ایمان لانے کی وجہ سے کفار مکہ کی طرف سے بہت ایذاء رسانی بھی کی گئی، آپ کا چچا آپ کو چٹائی میں لپیٹ کر دھواں دیتا کہ آپ اپنا فیصلہ بدل دیں، مگر کوئی ظلم آپ کے پائے ثبات میں جنبش نہ لا سکا۔ آپ کو ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ دونوں کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شمولیت کی توفیق ملی۔ فتح مکہ کے موقعہ پر مہاجرین کے علم برداروں میں سے ایک آپ بھی تھے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتح مصر کے لئے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کمک کے لئے دستہ ارسال فرمایا تو اس میں آپ بھی تھے، آپؓ کی شجاعت و جوانمردی اور دلیری سے مسلمانوں کو خوب فائدہ ہوا اور اس جنگ میں مسلمان فتح یاب ہوئے۔

اپنی شہادت کے وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو خلافت کمیٹی تشکیل دی آپؓ بھی اس کے ممبر تھے۔

حلیہ

حضرت زبیرؓ ہلکی داڑھی والے، گندمی رنگ کے مالک اور گھنے بالوں والے طویل القامت شخص تھے۔

شمائل و خصائل

ہجرت مدینہ کے بعد پیدا ہونے والا سب سے پہلا مسلمان بچہ آپ ہی کے ہاں پیدا ہوا یعنی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بن العوام۔

حضرت زبیرؓ جب سے ایمان لائے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ آپ کی روح کی غذا تھا، جہاں تک بن پڑتا اس آب حیات سے فیضیاب ہونے اور سیراب ہونے کی کوشش میں رہتے۔ اس کے باوجود ان سے مروی روایات معدودے چند ہیں، اسی بنا پر ایک مرتبہ آپ کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ نے آپ سے پوچھا کہ جس طرح دیگر کئی صحابہ آنحضورﷺ سے بہت سی احادیث روایت کرتے ہیں آپ سے مَیں نے ایسا نہیں سنا۔ تو آپ نے فرمایا کہ جب سے میں اسلام لایا ہوں کبھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہیں ہوا، مگر میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَه مِنَ النَّارِ''، یعنی جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ بولا اس نے اپنا مقام جہنم میں بنالیا۔ اس سے یہ مراد تھی کہ آپ اس بات کی بنا پر کہ کوئی ایسی بات کہیں غلطی سے بھی نہ نکل جائے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء مبارک نہ ہو آنحضورﷺ کی احادیث کثرت سے بیان نہیں کرتے تھے۔

آپؓ سے روایت شدہ سب سے زیادہ احادیث مسند بقی بن مخلد میں درج ہیں جن کی تعداد 38 ہے، جبکہ دو حدیثیں متفق علیہ ہیں یعنی صحیحین میں آئی ہیں، جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں اس کے علاوہ بھی سات روایات آپؓ سے روایت کی ہیں۔

ابن صفیہ پیکر جرأت و شجاعت

گھڑسواری میں آپ کا ثانی صرف حضرت خالد بن ولید تھے، ان دونوں کی خصوصیت یہ تھی کہ دونوں ہاتھوں میں تلوار پکڑ کر گھوڑے پر سوار لڑ سکتے تھے اور اپنے گھوڑے پر صرف اپنے پاؤں کی بنا پر مضبوطی سے سوار رہ سکتے تھے۔

معرکہ بدر میں دیگر کافر سورماؤں کے علاوہ آپ نے عبیدہ بن سعید بن عاص کو قتل کیا، وہ زرّہ بند میں یوں چھپا ہوا تھا کہ صرف اس کی آنکھیں ہی نظر آرہی تھیں، آپ نے اس کی آنکھوں کا نشانہ لے کر بھالا مارا، جس پر وہ اسی وقت مر گیا، وہ بھالا اتنی زور سے اسے لگا تھا کہ حضرت زبیر کو یہ بھالا اپنا پاؤں عبیدہ پر رکھ کر زور سے اسے نکالنا پڑا، جس کا پھل ٹیڑھا ہو چکا تھا۔

غزوہ احد کے شروع میں طلحہ بن طلحہ کفار کی طرف سے مبارزت کے لئے نکلا، وہ بہت مضبوط جسم کا جنگجو انسان تھا، آپ پھرتی سے اس کی طرف لپکے اور قبل اس کے کہ وہ اپنا اونٹ بٹھا پائے آپ ایک جست میں اُس کے اونٹ پر جا چڑھے اور طلحہ کو نیچے گرا کر قتل کر دیا۔

یہاں یہ ذکر کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرزند ارجمند تھے، جنہوں نے بنفس نفیس غزوہ خندق میں جب مسلمان عورتیں ایک قلعہ میں تھیں اور صحابہ خندق کھودنے میں مصروف عمل تھے تو صحابیات کی حفاظت میں داد شجاعت دی تھی۔

غزوۂ احد میں جب گھاٹی پر مامور دستہ سے غلطی ہوئی اور اس بنا پر کفار نے شکست کھانے کے بعد پلٹ کر اس گھاٹی سے حملہ کیا اور مسلمانوں کے سنبھلتے سنبھلتے بازی پلٹ گئی، اور ایک مرتبہ جیتنے کے بعد بظاہر شکست کی کیفیت پیدا ہوئی اور کفار اپنی دانست میں فتح کے شادیانے بجاتے روانہ ہوئے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو اکٹھا کیا، اس وقت جبکہ سب صحابہ نہ صرف خود زخمی تھے بلکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی ہونے کے باعث ان کے دل خون کے آنسو رو رہے تھے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان زخموں سے چور جاں نثاروں سے دریافت فرمایا کہ ''کون ہیں جوان کفار کا تعاقب کرے گا تا وہ لوگ جان لیں کہ ہم میں ابھی بھی قوت ہے؟'' تو اس مشکل ترین وقت میں لبیک کہنے والے ان 70 صحابہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ قرآن کریم نے اس واقعہ کا ذکر سورۂ آل عمران میں بڑی تفصیل سے فرمایا ہے۔ متعلقہ حصہ کا ترجمہ یوں ہے کہ ''وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور رسول کو لبیک کہا بعد اس کے کہ انہیں زخم پہنچ چکے تھے...... پس وہ اللہ کی نعمت اور فضل لے کر لوٹے اور تکلیف نے انہیں چھوا تک نہیں''۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اپنا حواری کہا۔ غزوۂ خندق کے دوران ایک موقعہ پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ دشمن کی خبر کون لائے گا، آپ نے خود کو پیش کیا، اس کے کچھ دیر بعد پھر حضور ﷺ نے خبر لانے کو کہا تو لبیک کہنے والے اور جا کر خبر لانے والے آپ ہی تھے۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے۔ جنگوں اور غزوات کے دوران آپ کے متعدد کارہائے نمایاں میں سے چند احباب کے ازدیاد ایمان کے لئے بطور نمونہ پیش کئے ہیں۔ حضرت زبیر کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ بہت گہرا تھا، ایک طرف آپ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد تھے، پھر برادر نسبتی بنے، پھر ہم زلف؛ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قربانی کا جذبہ رکھنا اور آپ کے ہمیشہ ساتھ رہنا اور ہر خطرہ کے موقعہ پر خود کو ایک ڈھال کے طور پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سینہ سپر ہو جانا جہاں آپ کے اپنے آقا کے ساتھ عشق و محبت کا آئینہ دار ہے وہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا منہ بولتا ثبوت ہے، کیونکہ آپ ﷺ کی نجی اور عائلی زندگی حضرت زبیر کے سامنے کھلی کتاب کی طرح تھی، جہاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قریب سے مشاہدہ کیا، اور آپ کے اسوہ حسنہ کا ہی اثر تھا کہ آپ کے جاں نثار صحابہ میں حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک خاص مقام حاصل ہوا۔ اور آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں جان جوکھوں پر کھیل گئے۔ آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ غزوہ بدر میں آپ کے کندھوں کے درمیان آئے ہوئے ایک گھاؤ میں انگلی ڈال کر کھیلا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ بھی غزوات میں آپ کو متعدد بار گہرے گھاؤ لگے یہاں تک کہ آپ کا سینہ مبارک ان زخموں کے نشانوں سے لبریز تھا۔

مہبط ملائک

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ کے تحت انتشار روحانی سے تمام صحابہ فیض یاب ہوئے۔ خصوصاً ملائکہ کے نزول کا تجربہ ان کو متعدد بار ہوا، چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ جنگ بدر کے دن حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کی پیشانی پر جلوہ افروز ہوئے۔

جنگ جمل

صحابہ کرام کے انداز بھی عجیب تھے، وہ باوجود سیادت کے سارے خصائل اپنے اندر رکھنے کے انتہائی سادہ تھے، ان کے کوئی خفیہ مقاصد نہ تھے، نہ ہی ان کو عہدہ کی لالچ تھی، وہ حق سچ کا بول بالا چاہتے تھے، جنگ جمل جو کہ درحقیقت منافقین کی دھکائی ہوئی آگ تھی، اس کا کچھ احوال ہم حضرت طلحہ کے واقعات میں سن چکے، اب جب حضرت زبیر کے واقعات پر نظر دوڑاتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ کس طرح دشمن نے اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لئے صحابہ کے پاک طینت ہونے کا ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کی، مگر جب اس میں انہیں ناکامی ہوئی تو انہوں نے ان صحابہ کو بے دردی سے شہید کر دیا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان پرفتن ایام کے بارہ میں ایک معرکۃ الاراء کتاب تصنیف فرمائی ہے، جو اس ضمن میں قول فیصل کا درجہ رکھتی ہے، اسلام کی پہلی صدی میں جو فتنے اٹھے اور پھر خلافت راشدہ کی نعمت عظمیٰ سے ان کے نتیجہ میں مسلمان محروم کر دیئے گئے ان سب اسباب کو یہ کتاب کھول کر بیان کرتی ہے، خلافت احمدیہ کی حفاظت کے لئے اور فتنوں سے بچنے کے لئے اور منافقین کی چالوں کے ادراک کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ہر احمدی کے لئے از حد ضروری ہے۔ ان فتنوں میں صحابہ کے کردار کی بابت حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:

''اس بات کو خوب یاد رکھو کہ یہ خیال کہ اسلام میں فتنوں کے موجب بعض بڑے بڑے صحابہؓ بھی تھے بالکل غلط ہے۔ ان لوگوں کے حالات پر مجموعی نظر ڈالتے ہوئے یہ خیال بھی نہیں کیا جا سکتا کہ اپنی ذاتی اغراض یا مفاد کی خاطر انہوں نے اسلام کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش کی۔ جن لوگوں نے صحابہؓ کی جماعت میں مسلمانوں میں اختلاف وشقاق نمودار ہونے کی وجوہ تلاش کرنے کی کوشش کی ہے انہوں نے سخت غلطی کھائی ہے۔ فتنہ کی وجوہ اور جگہ پیدا ہوئی ہیں اور وہیں ان کو تلاش کرنے پر کسی صحیح نتیجہ پر پہنچنے کی امید کی جا سکتی ہے۔ جو غلط روایات کہ اس زمانہ کے متعلق مشہور کی گئی ہیں اگر ان کو صحیح تسلیم کر لیا جاوے تو ایک صحابیؓ بھی نہیں بچتا جو اس فتنہ میں حصہ لینے سے محفوظ رہا ہو اور ایک بھی ایسا نظر نہیں آتا جو تقویٰ اور دیانت پر مضبوطی سے قائم رہا ہو۔ اور یہ اسلام کی صداقت پر ایک ایسا حملہ ہے کہ بیخ و بنیاد اس سے اکھڑ جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ اور ان روایات کے بموجب اسلام کے درخت کے پھل ایسے کڑوے ثابت ہوتے ہیں کہ کچھ خرچ کرنا تو الگ رہا مفت بھی اس کے لینے کے

لئے کوئی تیار نہ ہوگا۔ مگر کیا کوئی شخص جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ کا ذرا بھی مطالعہ کیا ہو اس امر کے تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ خیال کرنا بھی بعید از عقل ہے کہ جن لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی آپ کے جلیل القدر اور جاں نثار صحابہؓ تھے اور آپ سے نہایت قریبی رشتے اور تعلق رکھتے تھے وہ بھی اور ان کے علاوہ تمام دیگر صحابہ بھی بلا استثناء چند ہی سال میں ایسے بگڑ گئے کہ صرف ذاتی اغراض کے لئے نہ کہ کسی مذہبی اختلاف کی بناء پر ایسے اختلاف میں پڑ گئے کہ اس کے صدمہ سے اسلام کی جڑ ہل گئی۔ مگر افسوس ہے کہ گو مسلمان لفظاً تو نہیں کہتے کہ صحابہؓ نے اسلام کو تباہ و برباد کرنے کے لئے فتنے کھڑے کئے، لیکن انہوں نے ایسے لوگوں کی روایتوں کو سچا سمجھ کر جنہوں نے اسلام اچھی طرح قبول نہیں کیا تھا اور صرف زبانی اقرار اسلام کیا تھا اور پھر ایسے لوگوں کی تحقیقات پر اعتبار کر کے جو اسلام کے سخت دشمن اور اس کے مٹانے کے درپے ہیں ایسی باتوں کو تسلیم کر رکھا ہے جن کے تسلیم کرنے سے لازمی نتیجہ نکلتا ہے کہ صحابیؓ کی جماعت نعوذ باللہ تقویٰ اور دیانت سے بالکل خالی تھی۔'' (اسلام میں اختلافات کا آغاز از حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفحہ 4,5)

چنانچہ اس سازشی ٹولہ نے صحابہ اور خصوصاً کبار صحابہ بشمول خلفاء کو بدنام کر رہا تھا انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی ہی میں اپنی دانست میں بڑے بڑے صحابہ جن میں حضرت علی حضرت زبیر اور حضرت طلحہ شامل تھے خلافت قبول کرنے کی پیشکش کی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس بارہ میں فرماتے ہیں:

''اہل کوفہ جب حضرت زبیرؓ کے پاس گئے اور ان سے عرض کیا کہ آپ عہدہ خلافت کے خالی ہونے پر اس عہدہ کو قبول کریں۔ انہوں نے بھی ان سے حضرت علیؓ کا سا سلوک کیا اور بہت سختی سے پیش آئے اور اپنے پاس سے دھتکار دیا اور کہا کہ سب مؤمن جانتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ذوالمرہ اور ذوالخشب اور اعوص پر ڈیرہ لگانے والے لشکر لعنتی ہونگے۔'' (ایضاً صفحہ 53)

فتنوں سے پر ان ایام کا ذکر کرتے ہوئے اور السابقون الاولون اور کبار صحابہؓ کا خلافت کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دینے کے طریق کی بابت حضرت مصلح موعودؓ مزید فرماتے ہیں: ''گو صحابہؓ کو اب حضرت عثمانؓ کے پاس جمع ہونے کا موقعہ نہ دیا جاتا تھا مگر پھر بھی اپنے فرض سے غافل نہ تھے۔ مصلحت وقت کے ماتحت انہوں نے دو حصوں میں اپنا کام تقسیم کیا ہوا تھا۔ جو سن رسیدہ اور جن کا اخلاقی اثر عوام پر زیادہ تھا وہ تو اپنے اوقات کو لوگوں کے سمجھانے پر صرف کرتے اور جو لوگ ایسا کوئی اثر نہ رکھتے یا نوجوان تھے وہ حضرت عثمانؓ کی حفاظت کی کوشش میں لگے رہتے۔

اول الذکر جماعت میں سے حضرت علیؓ اور حضرت سعد بن وقاص فاتح فارس فتنہ کے کم کرنے میں سب سے زیادہ کوشاں تھے...... دوسرا گروہ ایک ایک دو دو کر کے جس جس وقت موقعہ ملتا تھا تلاش کر کے حضرت عثمانؓ یا آپ کے ہمسایہ گھروں میں جمع ہونا شروع ہوا۔ اور اس امر کا پختہ ارادہ کر لیا کہ ہم اپنی جانیں دے دیں گے مگر حضرت عثمان کی جان پر آنچ نہ آنے دیں گے۔ اس گروہ میں حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی اولاد کے سوائے خود صحابہؓ میں سے بھی ایک جماعت تھی۔ یہ لوگ رات اور دن حضرت عثمان کے مکان کی حفاظت کرتے تھے اور آپ تک کسی دشمن کو نہیں پہنچنے دیتے تھے۔'' (ایضاً صفحہ 75,76)

حضرت عثمانؓ نے حالات کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے ان لوگوں کو واپس اپنے گھروں کو جانے کا ارشاد فرمایا مگر شمع خلافت کے ان پروانوں نے وہیں اپنے ڈیرے جمائے رکھے۔

لیکن اس کے باوجود حضرت عثمان کو شہید کر دیا گیا۔ اور اس فساد کا اصل باعث یہی تھا کہ دشمنان اسلام نے جب ظاہری تدابیر سے اسلام کو تباہ ہوتے نہ دیکھا تو خفیہ ریشہ دوانیوں کی طرف توجہ کی۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد جب حضرت زبیر اور طلحہ نے حضرت علی کی بیعت کر لی تو عمرہ کرنے کے ارادہ سے مدینہ سے روانہ ہوئے، عمرہ کے بعد یہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا بدلہ لینے کی غرض سے بصرہ کو عازم سفر ہوئے، یہ 36ھ کا واقعہ ہے۔ ایک طرف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور دوسری طرف حضرت عائشہ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ جب حضرت علی نے حضرت عائشہ کو پالکی میں موجود پایا تو حضرت طلحہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کیا آپ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ کو جنگ کرنے کے لئے میدان جنگ میں لے آئے ہیں اور اپنی اہلیہ کو گھر چھوڑ آئے ہیں؟ پھر حضرت زبیر کو مخاطب کیا اور فرمایا: اے زبیر! میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں وہ دن یاد ہے جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پاس سے گزرے اور ہم فلاں جگہ تھے اس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ اے زبیر کیا تم علی سے محبت نہیں رکھتے؟! تو تم نے جواب دیا تھا کہ کیا میں اپنے ماموں کے بیٹے سے اور چچا کے بیٹے سے محبت نہیں رکھوں گا، جبکہ وہ میرے دین پر بھی ہے! اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے فرمایا تھا: مگر اے زبیر تم اس سے جنگ کروگے، اور تم اس پر ظلم کرنے والے ہوگے۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بات کو بھول چکے تھے، مگر جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یاد کروائی تو انہیں یہ بات یاد آ گئی۔ اسی بنا پر یہ لوگ اس جنگ سے نکل گئے، جب حضرت زبیر حضرت علی کے ہاں سے نکلے تو آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ آپ کو ملے اور پوچھا کہ کیا آپ کا اس جنگ سے نکلنے کا فیصلہ کہیں بزدلی کے باعث تو نہیں کیا؟ اس پر آپ نے فرمایا کہ دنیا جانتی ہے اور گواہ ہے کہ میں بزدل نہیں ہوں، مگر علی نے مجھے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی حدیث یاد کروائی ہے جو میں بھول گیا تھا، اس لئے میں نے قسم کھائی ہے کہ میں ان سے جنگ نہیں کروں گا۔

لیکن منافقین کو یہ بات نہیں بھائی، میدان جنگ میں تو انہوں نے جو کیا وہ تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے، مگر ان دونوں حضرت زبیر اور حضرت طلحہ کو ان منافقین نے نشانے پر رکھا اور موقعہ ملنے پر شہید کر دیا۔

شہادت

اس واقعہ کے بعد آپ وادی السباع میں پہنچے، اپنی سواری سے اترے اور نماز ادا کر رہے تھے کہ عمرو بن جرموز نے آپ کو نماز کے دوران کمر میں پیچھے سے وار کر کے شہید کر دیا۔ اور واپس آ کر حضرت علی کو اپنی طرف سے یہ خوش خبری دینے کی کوشش کی کہ اس نے حضرت زبیر کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ اس پر حضرت علی نے وہیں سے فرمایا: ''ابن صفیہ کے قاتل کو جہنم کی بشارت دے دو'' اس شخص نے

جب یہ سنا تو وہیں خودکشی کر کے اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا۔ وہ ظالم حضرت زبیر کی تلوار بھی ساتھ لایا تھا، جب یہ تلوار حضرت علی کے پاس پہنچائی گئی تو انہوں نے روتے ہوئے اسے بوسہ دیا اور فرمایا کہ اس تلوار سے پتہ نہیں اس کے مالک نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنے کرب وبلا اور مصائب ومشکلات کو دور کیا!؟ جب آپ کو دفن کر دیا گیا تو حضرت علی نے ان کلمات سے آپ کو الوداع کیا: "میری یہ خواہش ہے کہ میں طلحہ زبیر اور عثمان ان لوگوں میں سے ہوں جن کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُتَقَابِلِيْنَ۔ پھر فرمایا کہ میں نے اپنے ان کانوں سے سنا ہے کہ طلحہ اور زبیر جنت میں میرے ہمسائے ہیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بصرہ کے اطراف میں دفن کیا گیا۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب غزوہ جمل میں شامل ہونے کے لئے گئے تو آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا: مجھے لگتا ہے کہ آج مجھے مظلوم ہونے کی حالت قتل کر دیا جائے گا۔ اس حال میں مجھے سب سے زیادہ فکر میرے قرض کا ہے جو میں نے واپس کرنا ہے، تو تم میرے بعد میرے قرض کو واپس کر دینا۔ اگر میرے ورثہ میں سے کچھ پس انداز ہو تو اس اس نسبت سے اسے فلاں فلاں کو دے دینا۔ لیکن اگر تو میرا ترکہ کم نکلے تو میرے مولا سے اعانت طلب کرنا۔ مجھے اس بات کی سمجھ نہیں آئی کہ اس سے کیا مراد ہے، اس لئے میں نے پوچھا کہ ابو جان آپ کے مولا کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا: اللہ عزوجل۔ حضرت عبداللہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ آپ کے قرض کی ادائیگی کے دوران جہاں بھی مجھے مشکل محسوس ہوئی تو میں نے یہی دعا کی کہ اے زبیر کے مولا! تو خود ہی اس قرض کو ادا کر! اور وہ قرض ادا ہو جاتا۔

اس کے بعد حضرت زبیر شہید ہو گئے، تو آپ کے ترکہ میں نہ کوئی درہم تھا اور نہ کوئی دینار، باوجودیکہ آپ بہت کامیاب تاجر تھے، مگر اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے۔ گو کہ جنگل کی زمینیں تھیں، اور مدینہ، بصرہ، کوفہ اور مصر میں ایک ایک حویلی تھی، جبکہ آپ پر قرض بہت تھا، اس کی وجہ یہ تھی لوگ ان کے پاس امانت رکھوانے آتے اور آپ فرماتے کہ امانت نہیں بلکہ اسے میرے پاس قرض کے طور پر جمع کرواؤ، تا کہ اگر مال ضائع ہو جائے تو اس کا ادا کرنا مجھ پر واجب رہے۔ اس قرض کو جب جمع کیا گیا تو وہ بائیس لاکھ تھا، حکیم بن حزام اسدی رضی اللہ عنہ جو حضرت زبیر کے چچازاد بھائی تھے وہ آئے اور پوچھا کہ میرے بھائی پر کتنا قرضہ ہے؟ حضرت عبداللہ نے کہا کہ اگر ایک لاکھ ہو تو؟! انہوں نے کہا کہ مجھے نہیں لگتا کہ آپ لوگ اس قرض کو چکا سکو گے۔ اس پر حضرت عبداللہ نے کہا کہ اگر بائیس لاکھ ہو تو؟ انہوں نے کہا کہ اگر ادا نہ کر پائے تو مجھ سے مدد لے لینا۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگل ایک لاکھ ستر ہزار کا خریدا تھا۔ حضرت عبداللہ نے وہ سولہ لاکھ کا بیچا، اور اعلان کر دیا کہ جس کسی نے میرے والد سے رقم لینی تھی وہ ہمارے ہاں جنگل میں آ جائے۔ اسی طرح آپ نے سب لوگوں کا قرض واپس کر دیا، اور حج کے موقعہ پر مسلسل چار سال تک اعلان کرواتے رہے کہ جس کسی کا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ذمہ قرض تھا وہ واپس حاصل کر لے۔ آپؓ کے ترکہ کی کل مالیت پانچ کروڑ بتائی جاتی ہے جو آپ کی زمینیں اور حویلیاں بیچ کر اکٹھا ہوا۔

بقیہ: حضور انور کی اہم ہدایات از صفحہ 4

آپ لوگوں کے جو متعلقہ شعبہ جات ہیں انہیں active کریں۔

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ ہر نو مبائع سے ذاتی رابطہ قائم رہنا چاہئے۔ جو نیشنل سیکرٹری ہے اس کا بھی نو مبائع سے رابطہ قائم ہو۔ پھر جس جماعت میں وہ نو مبائع رہتا ہے اس جماعت کے سیکرٹری نو مبائع کا بھی رابطہ قائم ہونا چاہئے۔ ہر جماعت کے سیکرٹری نو مبائع کے پاس اس کی جماعت میں مقیم نو مبائعین کے ایڈریسز اور مکمل کوائف موجود ہونے چاہئیں۔ جب یہ کوائف اور ایڈریسز ان کے پاس موجود ہوں گے تو تب ہی وہ رابطہ قائم کریں گے۔ اس لئے نیشنل سیکرٹری نو مبائعین یہ کوائف اپنے سیکرٹریان کو مہیا کریں۔ اسی طرح صدران جماعت کو بھی چاہئے کہ وہ اپنی جماعت کے نو مبائعین کے ساتھ رابطہ اور تعلق رکھیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نیشنل سیکرٹری تربیت برائے نو مبائعین سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ آپ کا فرض ہے کہ اپنے سیکرٹریان سے اور جماعتوں کے صدران سے بھی نو مبائعین سے رابطہ اور تعلق کے حوالہ سے رپورٹ لیتے رہیں۔ اور یہ جائزہ لیتے رہیں کہ کیا وہ جماعت کی main stream کا حصہ بن رہے ہیں؟ مسجد، مشن ہاؤس آتے ہیں اور کیا نمازوں میں اور دیگر اجلاسات میں باقاعدہ شامل ہوتے ہیں؟ خطبات سنتے ہیں؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر جماعت میں ایک سیکرٹری تربیت برائے نو مبائع مقرر کرنے کی ایک وجہ ہے۔ ہر جماعت کا سیکرٹری تربیت برائے نو مبائع آپ کا مددگار ہے۔ آپ کو لوکل جماعتوں کے لیول تک رابطہ کرنا ہوگا۔ جب تک آپ لوکل سیکرٹریان تربیت برائے نو مبائعین کے ساتھ مستقل رابطہ میں نہیں رہتے آپ مؤثر طور پر کام نہیں کر پائیں گے۔ اگر ایک ہی آدمی نے سارے کام کرنے ہوں تو پھر ملک کا امیر ہی کافی ہونا چاہئے یا پھر سارے جماعتی کاموں کے لئے خلیفۃ المسیح ہی کافی ہونا چاہئے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ کو اپنے شعبہ میں کام کرنے والے کارکنان کے network کو وسیع کرنا ہوگا۔ اس طرح آپ کو نظام کے ذریعہ مزید مدد ملے گی اور آپ کا کام آسان ہوگا۔ سیکرٹریان کے علاوہ آپ مبلغین سے بھی درخواست کر سکتے ہیں کہ فلاں فلاں نو مبائعین ہیں اس لئے آپ جب بھی ان جماعتوں کے دورے کریں تو نو مبائعین کے ساتھ رابطہ کریں۔ پاکستانی origin کے علاوہ جو دیگر نو مبائعین ہیں ان کے لئے یہ بات یقینی بنائیں کہ جب وہ جماعتی اجلاسات یا دیگر پروگراموں میں شرکت کے لئے آئیں تو وہ پروگرام جرمن زبان میں رکھے جائیں۔ اگر سارا پروگرام جرمن میں نہیں رکھ سکتے تو کم از کم پروگرام کا ایک آئٹم ضرور وہاں کے لوکل احمدی کو دیں جو وہ لوکل زبان میں پیش کرے۔ لوکل احمدی سے مراد غیر پاکستانی احمدی ہیں یا ایسے احمدی جو اب یہاں کے ہی ہو چکے ہیں۔ اور جرمن زبان پر عبور رکھتے ہیں۔

نو مبائع کو تجنید میں شامل کرنے کے متعلق ایک سوال پر حضور انور ایدہ اللہ نے **فرمایا کہ جب ایک نو مبائع بیعت فارم پُر کر دیتا ہے اور اُس کا بیعت فارم منظوری کی غرض سے مرکز بھجوا دیا جاتا ہے تو وہ نو مبائع اُسی وقت سے احمدی متصور ہوگا تاہم جب تک مرکز سے منظوری نہ آ جائے اُس کا نام تجنید میں شامل نہ کریں۔**

روشنی کے مینار

(عبدالعزیز ڈوگر)

اس مضمون میں چند ایسے بابرکت وجودوں کے بارہ میں اپنے مشاہدات پیش کرنا چاہتا ہوں جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جلیل القدر صحابہ میں شامل ہونے کا بھی شرف حاصل تھا اور خدمت دین کے علاوہ خدمت خلق کے حوالہ سے بھی ان کی خدمات نہایت درجہ قابل تحسین ہیں لیکن اس کے باوجود ان کی عاجزی اور انکساری کا مقام بھی یقیناً منفرد ہے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ

حضرت قمر الانبیاء مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے ایک دفعہ مجھے یاد فرمایا۔ اس وقت مسجد مبارک کے سامنے بنے ہوئے ایک کچے مکان میں آپ رہائش پذیر تھے۔ سخت گرمی کے دن تھے۔ آپ نے ایک دوائی کے متعلق مشورہ کیا جو کسی دوست نے آپ کے لئے بھجوائی تھی۔ آپؓ فرمانے لگے کہ مجھے مظفر (ایم ایم احمد صاحب) نے قید کر دیا ہے اور ایئر کنڈیشنر لگا دیا ہے اور میرے لئے بار بار اس کمرہ سے نکلنا مصیبت بن گیا ہے۔ دوست مجھے ملنے آتے ہیں تو خود ان سے ملنے باہر دروازہ پر جانا پڑتا ہے۔ اس طرح سرد کمرہ سے دھوپ اور گرمی میں باہر نکلتا ہوں تو مجھے ہیٹ سٹروک ہو گیا ہے۔ خاکسار سے گستاخی ہوگئی اور عرض کیا کہ آپ بھی گرمیوں میں کسی صحت افزاء مقام پر چلے جایا کریں۔ یہ سن کر آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور فرمایا کہ آنحضرت ﷺ اتنی شدید گرمی میں کسی صحت افزاء مقام پر گئے تھے؟ میری کیا حیثیت کہ آقا کے بعد میں آرام طلب کروں۔ پھر فرمایا میرے پیارے آپ کے غلام حضرت مسیح موعودؑ کسی صحت افزاء مقام پر گئے تھے۔ آپ ساری زندگی بیماری اور دشمنان کے مقدمات کی پیروی کے لئے جاتے رہے، اس وقت تو کوئی سہولت نہیں تھی پیدل یا تانگوں پر سفر کرتے رہے۔ ان تکلیف کے ایام کا اندازہ کرو۔ میری کیا حیثیت ہے۔ آپؓ کی آنکھیں آبدیدہ ہوگئیں۔ آپؓ ان دنوں امیر مقامی تھے اور حضرت مصلح الموعودؓ مری تشریف لے گئے ہوئے تھے۔

مجھ سے مزید گستاخی ہوگئی اور شرمندہ بھی ہوا کہ میں نے عرض کر دی کہ حضور تو صحت افزاء مقام پر تشریف لے جاتے ہیں۔ آپؓ نے فوراً بات کو کاٹا اور فرمایا: حضور کا مقام ہے حضور کی صحت خراب رہتی ہے اور حضور کو کس قدر علمی کام کرنا پڑتا ہے۔ یہ جماعت کا فرض ہے کہ حضور کی صحت کا خیال رکھیں اور ہر قسم کی سہولت حضور کو بہم پہنچائیں۔ خاکسار شرمندہ ہو گیا اور حضرت خلیفۃ المسیح کے لئے آپؓ کے جذبات معلوم کر کے خوشی بھی بہت ہوئی۔

ایک روز آپؓ مسجد مبارک میں نماز عید کے لئے تشریف لائے تو اندر مسجد بھر چکی تھی۔ چنانچہ آپؓ دیوار کا سہارا لے کر وہاں بیٹھ گئے جہاں لوگوں نے اپنی جوتیاں اتار کر رکھی تھیں وہاں بیٹھ گئے۔ حضرت مصلح موعودؓ ان دنوں بیمار تھے اور حضرت میاں صاحب نگران بورڈ کے صدر تھے۔ میں نے آپؓ کو دیکھا تو حاضر ہو کر عرض کی آپ پہلی صف میں تشریف لائیں۔ آپؓ نے فرمایا میں یہاں ٹھیک ہوں۔ خاکسار نے عرض کیا لوگوں کی جوتیاں ہیں اور نماز کے بعد رش ہوگا آپ کو تکلیف ہوگی۔ آپؓ نے فرمایا میری جگہ ان جوتیوں میں ہی ہے۔ خاکسار شرمندہ ہو گیا۔ ابھی خطبہ شروع نہیں ہوا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ بیمار ہیں، لوگ آپ سے ملیں گے آپ کو تکلیف ہوگی، اگر اجازت ہو تو میں اعلان کر دوں کہ دوست حضرت میاں صاحب سے مصافحہ کرتے وقت اُن کا خیال رکھیں۔ فرمایا ہرگز نہیں جو دوست بھی ملنا چاہیں مل لیں مگر یہ اعلان نہیں ہونا چاہئے۔ یہ مقام صرف حضرت خلیفۃ المسیح کا ہے کہ دوست ملاقات کے دوران حضور کی صحت کا خیال رکھیں۔

حضرت میاں صاحبؓ نگران بورڈ کے صدر کی حیثیت سے مجلس شوریٰ کے اجلاس کی صدارت فرما رہے تھے۔ خاکسار بھی نمائندہ مجلس شوریٰ تھا۔ ایک موقعہ پر امیر جماعت کوئٹہ مکرم شیخ محمد حنیف صاحب نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے آپؓ کو کچھ اس طرح مخاطب کیا کہ بہت زیادہ تعریفی کلمات کا اظہار کیا۔ تب آپؓ نے فوراً شیخ صاحب کو ہاتھ اٹھا کر بلند آواز میں منع کیا اور فرمایا: شیخ صاحب یہ مقام صرف اور صرف حضرت خلیفۃ المسیح کا ہے میں اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔ آپ تشریف رکھیں۔

خاکسار نے ربوہ میں آل پاکستان کبڈی ٹورنامنٹ کروانے شروع کئے تو پاکستان بھر سے ٹیمیں شمولیت کے لئے ربوہ آنے لگیں۔ پہلے سال خاکسار نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی بیماری کی وجہ سے حضرت میاں صاحب سے کھلاڑیوں کی ملاقات کا انتظام کروایا۔ حضرت میاں صاحب نے آنحضرت ﷺ کے کچھ واقعات سنائے اور نصائح فرمائیں۔ اس موقعہ پر ایک مہمان نے کچھ اس طرح کا تبصرہ اپنے ساتھیوں سے کیا کہ "ہم تو اندر کسی آدمی سے ملنے گئے تھے وہاں تو ہم نے آدمی نہیں ایک 'فرشتہ' کو دیکھا ہے۔" وہ توبہ توبہ کرتے ہوئے کانوں کو ہاتھ لگا رہا تھا کہ میری قسمت میں نے آج فرشتہ دیکھ لیا ہے۔

حضرت میاں صاحبؓ کی کسر نفسی اور سادگی کا ایک اور واقعہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایک دفعہ تین مبلغین بیرونی ممالک سے واپس ربوہ آئے، جبکہ دو مجاہد بیرون ملک جا رہے تھے۔ خاکسار نے ربوہ میں چائے کی ایک معمولی دوکان پر اُن مبلغین کو دعوت دی اور اس مجلس میں حضرت میاں صاحبؓ سے بھی شمولیت کی درخواست کی۔ آپؓ پیدل چل کر اس معمولی دوکان پر تشریف لائے اور معمولی اور سادہ برتنوں میں جو چائے پیش کی گئی اُسے قبول فرمایا۔ آج مجھے احساس ہوتا ہے کہ آپؓ کا کیا اعلیٰ مقام تھا اور کیسی سادگی تھی کہ صرف مبلغین کی خاطر تشریف لا کر ان کو اعزاز عطا فرمایا اور نصائح فرمائیں۔

پھر دوسری دفعہ حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب درویش کے لئے ایک اور چائے کی دوکان پر حضرت میاں صاحب سے شمولیت کی درخواست کی۔ حضرت میاں صاحب تکلیف اٹھا کر اس غریبانہ استقبالیہ میں شامل ہوئے۔ آپؓ نے اس شعر سے اپنی بات کا آغاز کیا:

اے دوستو پیارو عقبیٰ کو مت بسارو
کچھ زادِ راہ لے لو کچھ کام میں گزارو

آپؓ نے تشریف لاکر اور نصائح فرما کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائی اور حضرت بھائی جی کی خدمات اور فدائیت کے واقعات سنا کر ان پر عمل کرنے کی ہدایت فرمائی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ کی بیماری میں جماعت کے کاموں کی بھاری ذمہ داری بھی آپؓ پر تھی۔ بیرونی جماعتوں کے احمدی غرباء اور مستحق افراد کی امداد کے لیے حضرت میاں صاحب کی خدمت میں رقوم بھجواتے تھے۔ ادھر جماعت اپنے وسائل سے موسم سرما میں کپڑے لحاف اور مالی امداد کا سلسلہ بھی جاری رکھے ہوئے تھی۔ آپؓ ربوہ کے مختلف محلّوں کے صدر صاحبان سے بصیغہ راز رپورٹ منگواتے اور سختی سے تاکید فرماتے کہ کوئی مستحق رہ نہ جائے، بعض سفید پوش بھی قابل امداد ہوتے ہیں ان پر بھی نظر رکھیں اور مجھے اطلاع دیں۔ مجھ سے بھی کئی دفعہ رپورٹ طلب فرمائی اور امداد دی۔ اگر کسی کا حق اس کو نہیں ملا تو بعد از تحقیق اس ضرورت مند کی مدد فرمائی اور اگر کسی کو کوئی شکایت ہوتی تو اس کی شکایت کا جب تک ازالہ نہ ہو جاتا آپ دریافت فرماتے رہتے۔ غرضیکہ ہر آدمی کا خیال رکھتے اور دریافت فرماتے تھے۔ آپؓ شدید گرمی میں چھتری کے سایہ میں ہی پیدل گھر سے دفتر تشریف لاتے اور پیدل گھر جاتے۔ کبھی آپؓ نے سواری کا مطالبہ نہیں کیا۔ اگر طبیعت زیادہ خراب ہوتی تو اپنا کام گھر پر کرتے رہتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْن۔

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خانؓ

حضرت چودھری ظفر اللہ خان صاحبؓ وہ تاریخی اور خدا رسیدہ عالم با عمل بزرگ انسان تھے جنہوں نے دنیا میں بھی اعلیٰ ترین اور بلند مقام پایا۔

حضرت چوہدری صاحبؓ نے تحریر فرمایا ہے کہ ایک دفعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اور بھی دوست حضور کی عیادت کو آئے ہوئے تھے۔ نماز کا وقت ہو گیا تو آپ نے فرمایا 'دوست اب چلے جائیں'۔ کچھ دوست چلے گئے اور چند بیٹھے رہے تو میں حضور کی چارپائی پر بیٹھا حضور کو دبا رہا تھا تو پھر آپ نے فرمایا 'اب نمبردار بھی چلے جائیں'۔ میں بھی جانے لگا تو آپ نے مجھے روک لیا۔ دوسرے دوست بھی چلے گئے۔ پھر آپ نے مجھے پکڑ کر اپنے سینہ پر لگا لیا۔ اس وقت میں ابھی طالب علم تھا۔ آپ نے اس قدر مجھے سینہ سے لگا کر دعائیں دیں کہ آنکھوں سے آنسو بہہ کر آپؓ کی قمیض کو گیلا کر دیا تھا۔ لمبی دعا کے بعد مجھے رخصت فرمایا۔ چوہدری صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے زندگی بھر حضورؓ کی قبولیت دعا کو مشاہدہ کرنے اور قبول ہوتے دیکھنے کی سعادت ملی۔

حضرت چودھری صاحبؓ کا حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ بھی زندگی بھر تعلق قائم رہا۔ ہر کام میں خلیفۃ المسیح کی ہدایت اور راہنمائی کا شرف حاصل رہا۔ بلند ترین مقام تک حضور کی دعا آپؓ کے شامل حال رہی۔ فتنہ منافقین کے وقت چوہدری صاحب ملک سے باہر تھے۔ ان کے متعلق حضورؓ نے ان کے مقام کو الفضل میں شائع فرما کر لکھا کہ چوہدری صاحب اور ان کے بھائی میرے بیٹوں کی طرح ہیں، ان کی طرف سے عہد وفاداری کی حلف میں خود اٹھاتا ہوں۔

1966ء میں خاکسار نے ایک تبلیغی نشست کا انتظام کیا اور حضرت چودھری صاحبؓ سے درخواست کی کہ ہمیں کچھ وقت دیں۔ آپ اس وقت عالمی عدالت انصاف کے چیف جسٹس تھے اور ربوہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ دفاتر تحریک جدید کے لان میں کچھ تصاویر اور قرآن مجید کے لٹریچر نیز بیرونی ممالک میں مساجد اور سکولوں کے متعلق بھی معلومات کی چھوٹی سی نمائش لگائی اور کچھ مبلغین سے جو بیرونی ممالک میں کام کر چکے تھے ان سے مدد کی درخواست کی اور تبلیغی لٹریچر کے پیکٹ بھی تیار کروائے۔ فیصل آباد، جھنگ اور سرگودھا کے اضلاع کے معززین کو دعوتی کارڈ بھجوائے۔ اس تقریب میں تینوں اضلاع سے ممبران صوبائی و قومی اسمبلی کے علاوہ کمشنرز، پولیس کے SP، سیشن جج اور بار ایسوسی ایشن کے ممبروں اور BD کے ممبروں نے شرکت کی۔ خدا کے فضل سے قریباً چار صد افراد شامل ہوئے۔ سرگودھا کے ایئر فورس کے بیس کمانڈر بھی شامل ہوئے۔ چوہدری صاحب کا خطاب ایک گھنٹہ جاری رہا۔ سب مہمان بہت خوش ہوئے۔ آپ کا یہ پیغام 'امید کا پیغام' کی صورت میں کتابی صورت میں خاکسار نے چھپوا دیا۔ نماز مغرب کے بعد تقریباً دو صد مہمانوں نے قصر خلافت جا کر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث سے بھی شرف ملاقات حاصل کیا۔

حضرت چودھری صاحبؓ ایک دفعہ بہشتی مقبرہ میں حضور کے مزار پر حاضر تھے۔ لمبی دعا کے بعد فارغ ہوئے تو ایک عورت اپنے بچے کو لے کر باہر کھڑی تھی۔ جب آپ باہر نکلے تو اس عورت نے اپنا بچہ آگے کر دیا اور عرض کی کہ آپ دعا کریں کہ میرا بیٹا بھی آپ کی طرح کا بنے۔ آپؓ رُک گئے اور فرمایا 'بی بی! توبہ کرو، توبہ کرو۔ اللہ سے مانگنا ہے تو کچھ اور مانگو، اللہ کی رحمت وسیع ہے۔ اس کو محدود نہ خیال کرو۔ میں تو اُس کا ایک گناہ گار بندہ ہوں مجھ جیسا کیوں مانگتی ہو'۔ یہ آپؓ کا عاجزی کا مقام تھا۔

خاکسار کو 1974ء کے فسادات میں گرفتار کر لیا گیا تو آپ نے اپنے داماد چوہدری حمید نصر اللہ صاحب سے کہا کہ جو احمدی گرفتار ہوئے ہیں میری طرف سے ان کی دعوت کا انتظام کریں۔ میرے علاوہ تین اور خدام بھی تھے۔ ہماری ضمانت پر رہائی ہوئی تو حضرت چوہدری صاحبؓ نے اپنی کوٹھی میں ہماری دعوت کی اور کچھ عہدیداروں کو بھی بلایا۔ پھر مجھے ہاتھ سے پکڑ کر اور حلقہ کے صدر چوہدری غلام رسول صاحب کو ساتھ لے کر سارے حالات سنے۔ مکرم صدر صاحب نے آپؓ کو بتایا کہ کس طرح میری ہمت اور پولیس مقابلہ سے ہمیں مسجد واپس ملی۔ پھر بتایا کہ میرے سٹور اور دوکان کو آگ لگا دی گئی تھی اور بڑا نقصان ہوا ہے۔ تو آپؓ نے فرمایا : مَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا وَّ یَرۡزُقۡہُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ ۔ آپؓ کی دعا اللہ تعالیٰ کے فضل سے قبول ہوئی اور میرے کام میں غیر معمولی برکت ہوئی۔

ایک دفعہ خاکسار نے شوگر کے لئے دوا تیار کر کے دی۔ وہ آپ نے استعمال کی اور مفید پائی۔ مَیں نے درخواست کی کہ آپ مجھے سٹیفکیٹ بنا دیں۔ آپ نے مجھے لکھ دیا کہ دواخانہ خدمت خلق سے میں نے دوائی لے کر استعمال کی ہے اسے مفید پایا۔ اس طرح ان کا سٹیفکیٹ کئی دفعہ بطور اشتہار الفضل میں شائع کرواتا رہا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور مقام قرب عطا فرمائے۔

انصار ڈائجسٹ

فرخ سلطان محمود

"نقشِ پا کی تلاش"

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے فرمایا تھا:
"جو لوگ اپنے آباء واجداد کا ذکر زندہ رکھتے ہیں ان کے آباء واجداد کی عظیم قربانیاں، خوبیاں نسلاً بعد نسلٍ قوموں میں زندہ رہتی ہیں"۔ (خطبہ جمعہ 30/اپریل 1999ء)

چار سو سے زائد صفحات پر مشتمل ایک ایسی کتاب کا تعارف آج پیش کرنا مقصود ہے جو مسلسل کئی سال کی مشقت اور تحقیقی مراحل سے گزرنے کے بعد حال ہی میں طبع ہوکر آئی ہے۔ اگرچہ یہ کتاب ظاہری خوبیوں سے خوب آراستہ ہے لیکن اس کی اصل خوبی یہ ہے کہ اس ضخیم کتاب کا مواد اپنے اندر بعض ایسے ستاروں کا ذکر سموئے ہوئے ہے جنہوں نے اپنی روشنی سے ایک عالم میں نور کی کرنیں بکھیریں اور بہت سوں کی ہدایت و رہنمائی کا موجب بھی ہوئے بلکہ آج بھی اُن وجودوں کے 'نقوشِ پا'، ساری دنیا میں پھیلی ہوئی، اُن کی نسلوں کے لئے نشانِ منزل کا پتہ دے رہے ہیں۔

کتاب "نقشِ پا کی تلاش" ایک عمدہ پیشکش ہے۔ ٹائپ شدہ کتابت، ستھری طباعت، بامعنی سرورق اور مضبوط جلد بندی کے اوصاف کی حامل اس کتاب میں چند تصاویر بھی شامل اشاعت ہیں۔ اگرچہ اس کتاب کا اصل حسن اس کے اندر موجود ایسی بہت سی شخصیات ہیں جنہوں نے اپنی زندگیوں کے ہر لمحے میں نہ صرف دین کو دنیا پر مقدم رکھا بلکہ احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی خاطر اپنی جان، مال، وقت اور عزّت کو قربان کرنے کے لئے بھی ہمہ وقت تیار رہے اور اسے اپنے لئے باعثِ فخر خیال کیا۔ یقیناً یہ کتاب تزئینِ گلستاں کے لئے خود کو وقف کردینے والے اُن مخلصین کی قربانیوں کی یاد دلا کر اُن کے لئے خاص دعائیں کرنے کا ذریعہ بنتی رہے گی اور ساتھ ہی اس کتاب کی تیاری میں حصہ لینے والوں کے لئے بھی صدقہ جاریہ ثابت ہوگی۔

تاہم یہ اظہار کردینا بھی ضروری ہے کہ اس کتاب کو مرتّب کرتے وقت اس میں شامل بہت سی غیرضروری تفاصیل نکال دی جاتیں اور محض مواد جمع کرتے چلے جانے کی بجائے اگر تحقیق کا دامن تھام کر بہتر نتائج کا حصول پیش نظر رکھا جاتا تو یہ ضخیم کتاب اپنے حجم میں کسی حد تک کم بھی کی جاسکتی تھی۔ اور یہ بھی کہ قاری کو پڑھنے میں زیادہ دلچسپی اور روانی کا بھی احساس رہتا۔

مکرمہ شاہدہ متین سجاد صاحبہ (آف سویڈن) نے نہایت درجہ محنت اور عرقریزی سے اکٹھی کی جانے والی معلومات کے حوالہ سے اپنی اس کتاب میں جن بزرگوں کا ذکرِ خیر کیا ہے، اُن کے حوالہ سے چند متفرق مگر دلچسپ اور ایمان افروز واقعات ہدیۂ قارئین ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ ان محدود صفحات کی چاشنی سے لطف اندوز ہونے کے بعد ہمارے قارئین اس کتاب کو تلاش کرکے اسے پڑھنے کی جستجو بھی یقیناً کریں گے۔

....

حضرت میاں مہر غلام حسن صاحبؓ

حضرت میاں مہر غلام حسن صاحبؓ نے 1898ء یا 1899ء میں قبول احمدیت کی توفیق پاکر اپنے خاندان میں پہلا احمدی ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ آپؓ سیالکوٹ کے محلّہ اراضی یعقوب کے رہنے والے تھے۔ آپؓ کے آباء واجداد کئی سو برس پہلے افغانستان کے سرحدی علاقہ سے سیالکوٹ میں آباد ہوئے اور پھر یہاں مقامی لوگوں میں ایسے گھل مل گئے کہ مہر یا ارائیں کہلانے لگے۔ بعض بھٹی اور بعض راجپوت بھی کہلانے لگے۔ بہرحال یہ خاندان آسودہ حال تھا۔ ان کے باغات کا پھل بہت شہرت رکھتا تھا۔ ان کا خاندانی گھر قریباً 1700ء میں تعمیر ہوا تھا۔ اس کے دو سو سال بعد اس پر چوبارہ تعمیر کیا گیا۔ یہ چوبارہ بعد میں علمی محافل اور تبلیغی مجالس کے لئے مشہور ہوا۔ اُس وقت حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ سیالکوٹ میں مربی تھے اور ان تبلیغی نشستوں کے روحِ رواں بھی تھے۔

حضرت غلام حسن صاحب شیعہ مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ دیگر دو بھائیوں کے نام غلام حسین اور غلام علی تھے۔ بعد میں یہ سب اہل حدیث ہوگئے۔ رجحان مذہبی تھا۔ نماز روزہ کی پابندی کرنے والے اور تہجد گزار تھے۔ صاحبِ رؤیا و کشوف تھے۔ مہدی کا شدت سے انتظار تھا۔ لیکن جب حضرت مسیح موعودؑ نے دعویٰ فرمایا تو کوئی بھی ماننے کو تیار نہ ہوا بلکہ غلام حسن صاحب تو مخالفت میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ اُس زمانہ میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ ایک پُرجوش احمدی مبلغ تھے۔ ایک روز انہوں نے غلام حسن صاحب کو باغ میں جالیا اور نہایت دوستانہ انداز میں سمجھایا۔ جب قرآن کریم کے حوالہ جات سمجھ میں آگئے۔ پھر کچھ عرصہ پہلے کی دیکھی ہوئی اپنی خوابیں بھی یاد آئیں اور اُن کی تفہیم بھی ہوئی تو آپ نے بیعت کرلی۔ پھر تبلیغ میں ایسے منہمک ہوئے کہ جلد ہی والد، بیوی اور کئی دوسرے لوگوں نے بھی سمجھ کر بیعت کرلی۔

حضرت مہر غلام حسن صاحبؓ نے کئی بار حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور کئی روایات بھی بیان کیں۔ آپؓ بیان فرماتے ہیں کہ "میرے بھائی کی لڑکی کی آنکھیں بچپن سے ہی بیمار رہتی تھیں۔ چونکہ وہ لڑکی حضرت صاحب کے ہاں رہتی تھی۔ حضرت صاحب نے اپنے ایک خادم کے ساتھ اس لڑکی کو بھیجا اور فرمایا کہ مولوی صاحب کو جاکر کہو کہ کچھ اس لڑکی کی آنکھوں میں ڈال دیں۔ چنانچہ مولوی حکیم نورالدین صاحبؓ نے کوئی چیز ڈال دی۔ پھر عمر بھر اس لڑکی کی نظر خراب نہ ہوئی"۔

آپؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مَیں اور میرا بڑا بھائی حضرت اقدسؑ کے ساتھ سیر کو جارہے تھے تو بھائی نے پوچھا کہ کیا عقیقہ کے بکرے یہاں بھیج دیئے جائیں یا قیمت یہاں بھیج دی جائے اور بکرے یہاں ہی ذبح کئے جائیں۔ فرمایا: نہیں وہاں ہی ذبح کرو۔ حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کہنے لگے کہ اگر دو بکرے کرنے ہوں تو ایک یہاں بھیج دیا جائے۔ مگر حضرت صاحب نے فرمایا کہ نہیں ایسا نہیں ہونا چاہئے، ہاں کھالیں یہاں آنی چاہئیں۔ پھر فرمایا: بعض غریب ہمسائے ہوتے ہیں، اُن کے دل میں آرزو ہوتی ہے کہ ہمیں گوشت دیا جائے تو ایسا کرنے سے ان کی بھی حق

تلفی ہوتی ہے۔

محترم میجر رحمت علی صاحب کے والد حضرت مہر غلام حسن صاحبؓ کے عم زاد تھے۔ محترم میجر صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت مہر غلام حسن صاحبؓ کو نہ صرف نمازیں بلکہ اکثر تہجد بھی مسجد جا کر ادا کرتے۔ اُس زمانہ میں سیالکوٹ میں احمدیوں کی تین مساجد تھیں جن میں سے ایک محلّہ اراضی یعقوب میں (یعنی ہمارے محلّہ میں) تھی۔ اس میں احمدی اور غیر احمدی پہلے اپنی اپنی نماز پڑھ لیا کرتے تھے لیکن 1940ء میں باہمی اختلاف کے نتیجہ میں عدالت میں معاملہ چلا گیا اور یہ مسجد غیر احمدیوں کو مل گئی جبکہ اس مسجد کے قریب ہی ایک جگہ احمدیوں کو مسجد بنانے کے لئے دیدی گئی۔ اس مسجد کی تعمیر کی ذمہ داری آپؓ نے لے لی اور نہایت غربت کے زمانہ میں بھی چار ہزار روپیہ اکٹھا کر لیا۔ مسجد کی تعمیر کے بعد آپؓ ہی امام بھی مقرر ہوئے اور درس بھی دیا کرتے تھے۔ آپؓ کو تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ مَیں نے کئی بار ایک بدبخت کو دیکھا کہ وہ آپؓ کی بات سننے کی بجائے گالیاں دیا کرتا تھا۔ ایک روز مَیں نے پوچھ ہی لیا کہ جب یہ آپ کی بات ہی نہیں سنتا اور بدکلامی کرتا ہے تو آپ اس کو تبلیغ کیوں کرتے ہیں۔ آپؓ نے بہت تحمّل سے فرمایا: میرا کام حضرت مسیح موعودؑ کا پیغام پہنچانا ہے، کوئی چاہے سنے یا نہ سنے۔

مکرم میجر صاحب بیان کرتے ہیں کہ 1945ء میں مَیں فرسٹ ایئر میں تھا تو ہاکی کھیلنے کا اتنا جنون تھا کہ پڑھائی پیچھے رہ گئی۔ جب چند دن امتحان میں رہ گئے تو پڑھائی کا خیال آیا لیکن آگا دوڑ پیچھا چھوڑ والی بات تھی۔ مگر دعا پر کامل یقین تھا چنانچہ ہر نماز پر آگے بڑھ کر نہایت عاجزی سے چاچاجی کو دعا کے لئے عرض کرتا۔ چاچاجی کو ہم بچوں سے بہت پیار تھا۔ وہ دعاؤں میں لگ گئے۔ امتحان سے چند دن پہلے مجھے بلا کر پنجابی میں فرمایا کہ مَیں نے دعا کی تھی، مجھے خداتعالیٰ کی طرف سے پتہ چلا ہے کہ تم اوّل رہے ہو۔ میرے لئے یہ خبر نہایت حیرت انگیز تھی۔ چنانچہ مَیں نے نہایت سنجیدگی سے آخری گھڑیوں میں کتابیں الٹنی پلٹنی شروع کر دیں۔ جب امتحان کا وقت آیا تو ریاضی کے پرچہ میں کوئی سے پانچ سوال کرنا تھے۔ لیکن یہ پرچہ ہمیشہ کی طرح مجھے مشکل لگا۔ جیسا تیسا بھی پرچہ کیا۔ جب نتیجہ نکلا تو استاد نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم نے نقل لگائی تھی؟ اُس نے دوبارہ نمبر گنے پھر غور سے پرچہ دیکھا، پھر پرکھا اور مجھے پکڑا دیا۔ میری عجیب کیفیت ہوگئی جب مَیں نے دیکھا کہ مَیں نے 150 میں سے 150 نمبر حاصل کئے تھے اور مَیں اوّل رہا تھا۔ ...... لوگ بھی آپؓ سے عقیدت رکھتے تھے۔ بعض لوگ پانی پر آپؓ سے دَم کرواتے اور مریض کو دیتے (خصوصاً طاعون کے زمانہ میں)۔ کئی لوگوں کو جب چھپاکی نکل آتی تو لوگ آپؓ کا کرتہ لے جا کر مریض کو پہناتے جس سے آرام آجاتا۔

حضرت غلام حسن صاحبؓ کی پہلی شادی سے ایک بیٹی پیدا ہوئی پھر یکے بعد دیگرے آٹھ بیٹے فوت ہوگئے۔ پھر حضرت مولانا نذیر احمد مبشر صاحب کی ولادت ہوئی۔ آپؓ نے دوسری شادی اپنے چھوٹے بھائی کی وفات کے بعد اُن کی بیوہ سے کی۔ دوسری اہلیہ سے تین بچے پیدا ہوئے۔

....

حضرت مولانا نذیر احمد مبشر صاحب

حضرت مولانا نذیر احمد مبشر صاحب اگست 1909ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش سے قبل آپ کے والد محترم کو آپ کی شکل خواب میں دکھائی گئی اور بتایا گیا کہ یہ زندہ رہے گا۔ آپ کے بعد تین بچے پیدا ہوئے مگر فوت ہوگئے۔

پانچویں پاس کرنے کے بعد آپ کے والد صاحب نے آپ کو احمدیہ سکول قادیان میں داخل کروادیا۔ مولوی فاضل کرنے کے بعد آپ کی پہلی تقرری سیالکوٹ میں ہوئی اور قریباً ایک سال بعد یکم فروری 1936ء کو آپ پہلی بار غانا کے لئے روانہ ہوئے جہاں سے گیارہ سال بعد 7رجنوری 1947ء کو واپس قادیان آئے۔ غانا میں آپ کے قیام کے دوران اکرافو مڈل سکول اور کماسی احمدیہ سکول کا اجراء ہوا۔ دوسری بار جنوری 1949ء سے مارچ 1954ء تک اور تیسری مرتبہ 27 جنوری 1955ء سے 30 اکتوبر 1961ء تک آپ نے غانا میں خدمت دین کی توفیق پائی۔ حضرت مولوی صاحب نے انگریزی اور عربی میں تحقیقی مضامین کے علاوہ عربی زبان میں ایک تصنیف 'القول الصریح فی ظهور المهدی والمسیح' بھی تحریر کی۔ آپ غانا میں جنرل مینجر آف سکولز کے عہدہ پر بھی فائز رہے۔ کئی مناظرے بھی کئے اور نصرت الٰہی کے بے شمار نشانات مشاہدہ کئے۔

افریقہ سے واپسی پر فروری 1963ء میں آپ نائب وکیل التبشیر مقرر ہوئے۔ فروری 1969ء میں ناظم دارالقضاء بنائے گئے۔ 1982ء میں وکیل التعلیم اور نومبر 1985ء میں ریٹائرمنٹ کے بعد نائب صدر تحریک جدید مقرر ہوئے۔ مجلس افتاء اور مجلس کارپرداز کے رکن بھی رہے اور قائم مقام وکیل اعلیٰ کے طور پر بھی خدمات انجام دینے کی توفیق پائی۔

حضرت مولانا نذیر احمد صاحب مبشر کی مغربی افریقہ سے پہلی بار کامیاب واپسی پر آپ کے اعزاز میں ایک تقریب کا اہتمام کیا گیا جس میں حضرت مصلح موعودؓ نے بھی شرکت فرمائی۔ اس تقریب میں حضرت مولوی عبدالمغنی صاحب وکیل التبشیر نے بتایا کہ حضرت مولانا صاحب اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے لیکن آپ کی والدہ نے آپکو صرف اڑھائی ماہ کی عمر میں خدمتِ دین کیلئے وقف کر دیا تھا۔ آپ نے قادیان میں اپنے اخراجات پر دینی تعلیم حاصل کی اور پھر غیر مشروط طور پر خود کو غانا میں خدمت کیلئے پیش کر دیا اور حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کی درخواست کو یہ کہہ کر منظور فرمایا کہ ''جو لوگ شرطیں پیش کرتے ہیں، کام کم کرتے ہیں''۔ چنانچہ آپ نے غانا میں اپنے خرچ پر ایک لمبے عرصہ تک خدمت کی توفیق پائی۔ ابتدا میں آپ کا معمول تھا کہ نماز عصر تک جماعتی خدمت میں وقت صرف کرتے اور پھر مغرب سے پہلے تک کچھ وقت کے لئے تجارت کرتے اور نہ صرف اپنا مالی بوجھ خود برداشت کرتے رہے بلکہ 37ء میں جب حضرت مولوی نذیر احمد علی صاحب کو سیرالیون میں مشن کھولنے کا ارشاد ملا تو ان کے ابتدائی اخراجات بھی تجارت کر کے آپ نے خود ادا کئے اور یہ سلسلہ اس وقت تک چلتا رہا جب تک جنگ کی وجہ سے تجارت بند نہ ہوگئی۔

حضرت مولوی صاحب کی بھانجی مکرمہ نبیلہ رفیق صاحبہ لکھتی ہیں کہ حضرت مولوی صاحب کے ہر فعل سے رضائے الٰہی حاصل کرنے کی تڑپ ملتی تھی۔ آخری عمر تک باوجود کمزوری کے روزے رکھتے اور نماز تہجد ادا کرتے رہے۔ قبولیت دعا کے بے شمار نشان آپ کی

زندگی میں ظاہر ہوئے۔ آپ نے بارہا اپنی والدہ سے کہا کہ فلاں معاملہ میں میں خدا کے آگے جھک گیا اور اس وقت تک سر نہ اٹھایا جب تک یقین نہ ہو گیا یا اللہ میاں نے یقین نہ دلا دیا کہ تمہاری بات قبول ہو گئی ہے۔

دعوت الی اللہ کا جنون تھا۔ افریقہ میں قیام کے دوران کئی کئی دن آپ نے درختوں کی جڑیں ابال کر کھائیں یا بے ذائقہ صحرائی پودے ابال کر کھاتے رہے اور متعدد خطرناک اور دشوار گزار سفر کر کے دور دراز مقامات پر اسلام کا پیغام پہنچاتے رہے۔ اس دوران کئی جان لیوا خطرات سے واسطہ پڑا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو معجزانہ طور پر محفوظ رکھا۔ آپ میں حد سے زیادہ سادگی، انکساری اور غریب مزاجی تھی۔ لباس اور جوتے سادہ اور پیوند لگے ہوتے اور جب تک یہ اشیاء پیوند لگنے کے قابل رہتیں، آپ کے زیر استعمال رہتیں۔...... جو لوگ آپ کو دعا کیلئے کہتے آپ ان کیلئے بہت توجہ سے دعا مانگتے۔ تقریب چھوٹی ہوتی یا بڑی، دعوت کسی امیر نے دی ہوتی یا غریب نے کبھی بھی نہ ٹھکراتے۔ موروثی جائیداد کی تقسیم شروع کی تو پہلے اپنی بہنوں کا حصہ ان کے حوالہ کیا۔...... ایک بار میرا بیٹا شدید ملیریا کا شکار ہو گیا اور بخار تھا کہ اترنے کا نام نہ لیتا تھا۔ چنانچہ چھٹے دن ہم اسے لے کر ربوہ میں حضرت مولوی صاحب کے پاس آ گئے اور حال عرض کیا۔ آپ نے اسی وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسی رات سے بچے کا بخار ٹوٹ گیا اور وہ روبہ صحت ہو گیا۔

حضرت مولانا نذیر احمد مبشر صاحب کی وفات پر جماعت احمدیہ غانا کی طرف سے جو قرارداد تعزیت پیش کی گئی اس میں تحریر ہے کہ اگرچہ آپ کی امارت کے دور میں غانا اقتصادی لحاظ سے بڑی مشکل صورتحال سے دوچار تھا تاہم آپ کی محنت، ہمت، اعلیٰ منصوبہ بندی اور خداداد فراست کے نتیجہ میں جماعت کو غیر معمولی ترقیات نصیب ہوئیں۔ غانا میں بہت سے احمدیہ سکولز قائم کئے گئے اور حکومت نے جماعت کو ایک تعلیمی یونٹ کے طور پر تسلیم کر لیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ کسی مسلم جماعت کو اس حیثیت میں تسلیم کیا گیا۔

آپ کے دَور میں غانا کے دور دراز علاقوں میں بڑی بڑی جماعتیں قائم ہوئیں۔ اس ابتدائی دور میں آپ نے غانا میں احمدیہ پریس کے قیام کی منصوبہ بندی شروع کی۔ سالٹ پانڈ کی احمدیہ مسجد کی تعمیر کا آغاز کیا جو گنبدوں اور میناروں والی ملک کی پہلی مسجد تھی اور اس کی افتتاحی تقریبات میں غانا کے بانی صدر ڈاکٹر کوامے نکرومہ بھی تشریف لائے۔ اسی طرح احمدیہ سینئر سیکنڈری سکول کماسی کا آغاز بھی آپ کے دور میں ہوا جس کی افتتاحی تقریب میں بھی ڈاکٹر نکرومہ نے شرکت کی اور اس سکول سے فارغ التحصیل طلبہ آج بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں۔ سرکاری سطح پر صدر مملکت سمیت کئی اہم شخصیات کے آپ سے ذاتی تعلقات تھے چنانچہ وہ بلا تردّد جماعتی تقریبات میں شامل ہوتے۔ آپ کے دَور میں ہی غانا سے جامعہ احمدیہ ربوہ کے لئے طلبہ بھجوانے کا سلسلہ شروع ہوا۔ آپ بہت دعا گو انسان تھے اور آپ کی دعاؤں سے بارہا جماعت کے کئی مشکل مسائل حل ہوئے۔ آپ کے ایک بیٹے ڈاکٹر نصیر احمد مبشر صاحب کو بھی مجلس نصرت جہاں کے تحت کافی عرصہ غانا میں خدمت کا موقعہ ملا ہے۔

مکرم صوفی محمد اسحاق صاحب لکھتے ہیں کہ تبلیغ محترم مولوی صاحب کی روح کی غذا تھی اور آپ کی جدوجہد کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے فانٹی قوم کے علاقہ میں بے شمار مخلص اور فدائی جماعتیں پیدا کر دیں۔ اس کے علاوہ آپ نے دو ایسے کام کئے جن سے وہاں احمدیت کو بے حد تقویت اور استحکام نصیب ہوا۔ ایک کام پرائمری سکولوں کا قیام تھا جو آپکے عرصۂ امارت میں ہی ایک سو سے تجاوز کر گئے اور کئی سیکنڈری سکول بن گئے۔ ان سکولوں کے مینیجر آپ تھے اور نگرانی کرتے ہوئے کوشش کرتے تھے کہ جماعتی پیسے کی ہر ممکن حفاظت کی جائے۔ دوسرا کام مقامی معلّمین کی تیاری تھا۔

مکرم عبدالحلیم سحر صاحب نے حضرت مولوی صاحب کی بیان فرمودہ کئی روایات کو قلمبند کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ 1930ء میں جامعہ احمدیہ سے مولوی فاضل کا امتحان دینے کے بعد آپ کو سیالکوٹ کے دورہ پر بھجوایا گیا جہاں ایک روز ظہر کی نماز کے آخری سجدہ میں آپ کو آواز آئی: "نذیر احمد پاس"۔ اسی قسم کا کشف آپ کے والد صاحب نے بھی دیکھا اور انہیں ایک تختی پر یہی الفاظ لکھے ہوئے دکھائے گئے۔

1935ء میں حضرت مولوی صاحب اپنے والد محترم کی آنکھوں کے آپریشن کے سلسلہ میں ڈسکہ ہسپتال میں تھے جب اخبار الفضل میں حضرت مولوی نذیر احمد علی صاحب کی طرف سے یہ اعلان شائع ہوا کہ گولڈ کوسٹ (غانا) میں ایک مولوی فاضل کی ضرورت ہے جو افریقن مربیان کی تربیت کرے، اُسے معمولی گزارہ دیا جائے گا۔ آپ نے یہ اعلان پڑھا تو حضرت مولوی نذیر احمد علی صاحب کو لکھ دیا کہ مَیں بلاشرط جانے کیلئے تیار ہوں۔

افریقہ پہنچے تو چونکہ آپ کو اپنے گزر اوقات کا سامان خود کرنا تھا چنانچہ آپ نے اپنے والد صاحب سے کچھ کھیلوں کا سامان منگوایا اور کچھ دوائیں بھی منگوائیں جنہیں فروخت کر کے اپنا گزارہ کرتے اور سارا دن دعوت الی اللہ بھی کرتے۔ دراصل آپ کی روانگی کے وقت حضرت مصلح موعودؓ نے اشارۃً آپ کو تجارت کی طرف توجہ دلائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس تجارت میں اتنی برکت ڈالی کہ 1937ء میں جب حضرت مولوی نذیر احمد علی صاحبؓ کا تبادلہ سیرالیون میں ہوا تو اُن کے کرایہ جہاز اور دیگر اخراجات کی ساٹھ پاؤنڈ کی رقم اسی تجارت کی آمدنی سے ادا کی۔ حضرت مولوی صاحب کی روانگی کے وقت آپ کو فکر ہوئی کیونکہ آپ کی انگریزی کمزور تھی اور غانا میں سکولوں کے انتظام کے سلسلہ میں حکومت سے انگریزی میں خط و کتابت ہوا کرتی تھی۔ جب آپ نے اپنی پریشانی کا اظہار کیا تو حضرت مولوی نذیر احمد علی صاحبؓ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ کا سونٹا تو بے جان تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اُس سے کام لے لیا۔ آپ تو خدا کے فضل سے عالم ہیں، اللہ تعالیٰ آپ سے ضرور کام لے گا۔ اسی دوران ایک پیراماؤنٹ چیف نے بیس احمدیوں کو تبلیغ کے الزام میں قید کر دیا تو مولوی صاحب نے آپ کو پیراماؤنٹ چیف کے پاس دو مترجمین کے ہمراہ بھجوا دیا۔ چیف پڑھا لکھا تھا۔ اُس نے آپ سے کہا کہ تبلیغ کرنے والے اَن پڑھ لوگ ہیں اس لئے انہیں تبلیغ کا کوئی حق نہیں۔ آپ نے اُس سے پوچھا کہ کیا زمینداروں کے دماغ اچھے ہوتے ہیں یا مچھیروں کے؟ چیف نے جواب دیا کہ زمینداروں کے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک نبی کے شاگرد اَن پڑھ مچھیرے تھے اگر انہیں تبلیغ کا حق تھا تو آپکی چیفڈم کے زمینداروں کو کیوں نہیں؟ اس پر چیف نے احمدیوں کی رہائی کا حکم دیا۔

ایک بار آپ نے خواب دیکھا کہ ایک سانپ نکلا ہے اور دوسری جگہ غائب ہو گیا ہے۔ اگلی دوپہر دوبارہ

خواب میں سانپ دیکھا جسے آپ نے بھون دیا۔ چند روز بعد اس خواب کی تعبیر سامنے آئی کہ ایک مخالف نے احمدیہ سکول کے ایک ٹیچر کو ساتھ ملا کر ایک خطرناک سکیم بنائی تھی جو اللہ تعالیٰ نے بروقت ناکام بنادی۔

اسی طرح علاقہ اشانٹی میں کچھ فتنہ انگیزوں نے جماعتی نظام کو خراب کرنا چاہا اور حضرت مولوی صاحب کے سمجھانے سے بھی وہ باز نہ آئے تو ایک رات آپ کو خواب میں کچھ سانپ دکھائے گئے جو پھر انسانوں میں تبدیل ہوگئے۔ اس طرح آپ فتنہ پردازوں کو پہچان گئے اور فتنہ کا ازالہ کرنے کی توفیق بھی مل گئی۔

ایک بار آپ نیکر بنیان پہنے مشن ہاؤس کی کیاریاں درست کر رہے تھے کہ سوٹ میں ملبوس ایک پادری وہاں آیا اور آپ کو مالی وغیرہ سمجھتے ہوئے کہا کہ وہ مولوی مبشر سے ملنا چاہتا ہے۔ آپ نے جواباً کہا کہ میں ہی ہوں۔ وہ بے ساختہ بولا: Very Great۔ لیکن پھر آپ کے روکنے کے باوجود وہ واپس چل دیا اور کہا کہ اگر اتنا عالم فاضل ہوکر بھی یہ مبلغ اپنے کام اپنے ہاتھ سے کرتا ہے تو میں اس سے بحث نہیں کرسکتا۔

جنگ عظیم دوم کے دوران عام تجارت ختم ہوگئی۔ آپ کی جمع شدہ رقم مجلس عاملہ نے آپ سے ادھار لے لی۔ مقامی معلّمین کی تنخواہیں کم کردی گئیں۔ چنانچہ آپ ہر سہ ماہی میں ایک سرکلر جاری کرتے کہ ہر مرد ایک شلنگ اور ہر عورت چھ پینس چندہ ادا کرے۔ اس چندہ سے جماعت کے معمولی اخراجات ادا کئے جاتے۔ آپ کی تجارت بھی بند ہوچکی تھی۔ آپ اُس دَور میں ناشتہ نہ کرتے۔ دوپہر کو ایک پودا کساوا اُبال کر نمک مرچ ڈال کر کھالیتے۔ لیکن آپ کو علم نہیں تھا کہ اس پودے کے ساتھ مچھلی کا گوشت ضرور کھانا چاہئے۔ یہ بھی تھا کہ آپ کو مچھلی خریدنے کی استطاعت ہی نہیں تھی۔ چنانچہ کساوا کے مسلسل استعمال سے آپ کے جسم پر خارش اور پھنسیاں نکل آئیں اور حالت اتنی خراب ہوگئی کہ ہسپتال میں داخل کروادیا گیا۔

1939ء میں آگونا سرکٹ کے چیف رئیس نے آپ کو بتایا کہ مکّہ سے ہوکر آنے والا ایک نوجوان احمدیت کی بہت مخالفت کر رہا ہے۔ اُس کے اصرار پر آپ اُس کے علاقہ میں گئے اور ظہور مہدی پر لیکچر دے کر واپس آگئے۔ لیکن مخالفین نے وہاں بہت شور ڈالا کہ مہدی اگر آگیا ہے تو زلزلہ کیوں نہیں آیا جو کہ مہدی کے آنے کی نشانی ہے۔ جب شور بہت بڑھا تو آپ نے وہاں مختلف مقامات پر جلسے کرنے کا ارشاد فرمایا اور مخالفین کو کہا کہ اگر تم زلزلوں کے خواہشمند ہو تو اللہ تعالیٰ وہ بھی بھیج دے گا۔ آپ نے خاص طور پر دعا بھی شروع کی۔ ابھی دو جلسے ہی ہوئے تھے کہ تیسرے مقام پر جلسہ سے قبل عشاء کے بعد شدید زلزلہ آیا کہ ساری رات لوگ کھلے میدانوں میں بیٹھے رہے اور گھروں میں واپس نہ گئے۔ اس سے اگلے ہی روز مخالفین نے گانا شروع کردیا کہ مسیح آگیا ہے کیونکہ زلزلہ آگیا ہے۔

1941ء میں آپ دریا کے پار گھنے جنگل میں واقع ایک گاؤں میں تربیتی پروگرام کے لئے گئے۔ ایک نوجوان بطور گائیڈ آپ کے ہمراہ تھا۔ واپسی پر وہ راستہ بھول گیا اور ایک جگہ آپ کو بٹھا کر راستہ ڈھونڈنے نکلا۔ اسی اثناء میں خنجر لئے ایک نائیجیرین وہاں پہنچا جس کی آنکھوں میں خون اُترا ہوا تھا۔ اُس نے آپ سے پوچھا کہ لوگ کہاں ہیں۔ آپ نے اونچی آواز میں جواب دیا کہ یہیں ہیں۔ اُسی وقت احمدی گائیڈ ایک طرف سے نمودار ہوا تو حملہ آور جنگل میں بھاگ گیا۔ بعد میں یہ حملہ آور احمدی ہوگیا اور آپ سے احمدیہ مسجد میں ملا۔

25/ستمبر 1942ء کے خطبہ جمعہ میں حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا: "مولوی نذیر احمد مبشر سیالکوٹی آجکل گولڈکوسٹ میں کام کر رہے ہیں۔ یہاں گو جماعتیں پہلے سے قائم ہیں مگر وہ اکیلے کئی ہزار کی جماعت کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ پھر ان کی قربانی اس لحاظ سے بھی خصوصیت رکھتی ہے کہ وہ آنریری طور پر کام کر رہے ہیں، جماعت ان کی کوئی مدد نہیں کرتی۔ وہ بھی سات آٹھ سال سے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے جدا ہیں بلکہ دعوت الی اللہ پر جانے کی وجہ سے وہ اپنی بیوی کا رخصتانہ بھی نہ کرسکے"۔

ایک بار احمدی اساتذہ نے آپ سے تعلیم یافتہ افراد کو ایک لیکچر دینے کے لئے کہا۔ آپ نے کہا کہ میری انگریزی اچھی نہیں ہے، دیہاتیوں کے سامنے تو لیکچر دے سکتا ہوں لیکن تعلیم یافتہ افراد کے سامنے بہت مشکل ہے۔ جب اصرار بڑھا تو آپ نے ایک ہفتہ دعا کرنے کے بعد آمادگی ظاہر کردی۔ چنانچہ لیکچر کے لئے دعوت نامے جاری کئے گئے۔ آپ نے ڈیڑھ گھنٹہ انگریزی میں لیکچر دیا۔ پھر ایک گھنٹہ سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہا۔ یہ لیکچر ریویو آف ریلیجنز نومبر 1943ء میں شائع ہوچکا ہے۔

1943ء میں ٹاکوراڈی بندرگاہ کے نزدیک ایک گاؤں میں ہاؤسا قوم سے تعلق رکھنے والے ایک غیر احمدی معلم داؤد کے ساتھ حضرت مولوی صاحب کا مناظرہ ہوا۔ وہ صرف فتنہ برپا کرنا چاہتا تھا۔ اسی جوش میں اُس نے احمدیوں کے جنرل سیکرٹری کو تھپڑ بھی مار دیا۔ لیکن مناظرہ میں شکست کھا کر جب وہ واپس اپنے گاؤں پہنچا تو اُس پر فالج کا حملہ ہوا اور چند روز میں وہ ہلاک ہوگیا۔

حضرت مولوی صاحب 14/ستمبر 1946ء کو غانا سے واپسی کے لئے روانہ ہوئے تو شدید مالی تنگی تھی۔ احمدیوں نے کثیر تعداد میں جمع ہوکر آپ کو الوداع کہا اور راستہ کے اخراجات کے لئے پچاس پاؤنڈ پیش کئے لیکن آپ نے لینے سے انکار کردیا۔ پھر جماعت کے اصرار پر یہ رقم لے لی۔ یہ سفر بہت دشوار گزار تھا۔ راستہ میں کئی کئی دن پانی نہیں ملتا تھا۔ لوگ اپنے ساتھ مشکیزہ رکھتے تھے۔ بدقسمتی سے آپکا مشکیزہ چوری ہوگیا تو آپ پیاس سے نڈھال ہوگئے۔ سامان میں دودھ کی ایک بوتل پڑی تھی، اُس کی موجودگی غنیمت ثابت ہوئی۔ خشکی کا سفر شام چار بجے شروع ہوتا اور اگلے روز دس بجے تک جاری رہتا۔ پھر گرمی کی وجہ سے سفر کرنا ممکن نہ رہتا۔ آپ ٹوگولینڈ، ڈھومی، نائیجیریا، کیمرون اور چاڈ سے ہوتے ہوئے سوڈان پہنچے جہاں سے بذریعہ بحری جہاز 31/اکتوبر کو جدہ پہنچے۔ پہلے مکہ جاکر فریضۂ حج ادا کیا۔ پھر واپس جدہ آکر جہاز کا انتظار کرنے لگے۔ چونکہ رقم کافی نہ تھی اس لئے صرف ایک وقت کھانا کھاتے۔ 26/دسمبر کو جہاز ملا۔ سفر شروع ہوا تو سمندر میں بہت طوفان تھا۔ کئی مسافروں کے ساتھ آپ بھی بیمار ہوگئے۔ اس جہاز کے طوفان میں غرق ہونے کی افواہ بھی پھیلی۔ لیکن آخر مقررہ وقت سے کچھ دیر بعد یہ جہاز کراچی پہنچ گیا۔ وہاں سے آپ اپنے بوڑھے والد کو ملنے سیالکوٹ جانے کی بجائے بذریعہ ٹرین بٹالہ پہنچے اور 7/جنوری 1947ء کو قادیان پہنچ گئے۔ احمدیوں کی کثیر تعداد استقبال کے لئے موجود تھی۔ حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحبؓ نے آپ کو حضرت مصلح موعودؓ کی کار میں بٹھایا اور دارالضیافت لے گئے۔ اگلے روز آپ نے

حضورؓ سے ملاقات کی اور پچاس پاؤنڈ کی وہ رقم جو جماعت غانا نے آپ کو دی تھی، وہ حضورؓ کی خدمت میں پیش کر دی جو حضورؓ کے ارشاد پر وکیل التبشیر صاحب کو دیدی۔ 13/جنوری کو مدرسہ احمدیہ کی طرف سے مولوی صاحب کے اعزاز میں استقبالیہ دیا گیا جس میں حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا: وہ قومیں جن کی تعداد ہم سے کہیں زیادہ ہے اُنہیں یہ سعادت حاصل نہیں اور مولوی نذیر احمد مبشر صاحب کو اس عمارت کی ایک بنیادی اینٹ بننے کی سعادت حاصل ہوئی۔

حضرت مولوی صاحب کا نکاح جنوری 1928ء میں محترمہ آمنہ بیگم صاحبہ سے ہوا تھا۔ جب گیارہ سال کے بعد آپ افریقہ سے واپس آئے تو آپ کے بال سفید ہو چکے تھے۔ 1947ء میں آپ کی شادی ہوئی۔

مکرم عبدالحلیم صاحب لکھتے ہیں کہ مَیں نے ایک روز حضرت مولوی صاحب کے پاؤں میں پیوندلگی پرانی سی چپلی دیکھی تو کہا کہ اب تو اس کو نئی چپلی سے بدل لیں۔ آپ نے فرمایا کہ اسے پہن کر سامنے میدان سے چکر لگا کر آئیں۔ میرے واپس آنے پر پوچھا کہ کوئی تکلیف یا دقت تو نہیں ہوئی؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا کہ اس جوتی میں کیا نقص ہے، مَیں تو یہی پہنوں گا۔

اگرچہ آپ کو جماعتی نظام کے تحت کار استعمال کرنے کی سہولت حاصل تھی لیکن آپ یہی کوشش کیا کرتے تھے کہ پیدل ہی دفتر آیا جایا کریں۔ گویا ہرممکن سادگی سے زندگی بسر کی۔

وفات سے کچھ عرصہ قبل آپ اپنے کمرہ میں پلنگ پر لیٹے ہوئے تھے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے باتیں شروع کر دیں کہ اے اللہ! مولوی نذیر احمد مبشر جب بارہ سال کا تھا تو اُس وقت سے نماز تہجد باقاعدگی سے پڑھ رہا ہے اور آج تک کبھی ناغہ نہیں ہوا۔ تیری توفیق اور فضل سے فرض نمازیں بھی باجماعت اور باقاعدگی سے پڑھتا ہوں۔ تیرے پیارے دین کی خدمت کی بھی توفیق ملی اور قدم قدم پر تیرے فضلوں کے نظارے بھی دیکھے۔ تیری عزت کے نظارے بھی دیکھے۔ جو دعا بھی مانگی تُو نے قبول کی، جو مانگا، تُو نے دیا۔ میری زندگی تو ساری کی ساری تیرے اور تیرے دین کیلئے ہے۔ یہ سب کچھ ہونے کے ساتھ ساتھ کبھی اپنا دیدار تو کروا۔ یہ الفاظ مکمل ہوئے ہی تھے کہ سامنے کی کھڑکی سے روشنی کا ایک ہیولہ سا آیا جو اتنا طاقتور اور روشن تھا کہ آپ پلنگ سے اچھل کر زمین پر گر گئے اور آدھ گھنٹہ تک بے ہوش رہے۔ جب تھوڑا ہوش آیا تو زور زور سے کہنے لگے: بس اللہ میاں! بس۔

محترم کیپٹن ڈاکٹر بشیر احمد صاحب

محترم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب 27/جولائی 1906ء کو سیالکوٹ کے گاؤں بوبک متراں میں پیدا ہوئے۔ پیدائشی احمدی تھے۔ 21 سال کی عمر میں ڈاکٹری کا کورس پاس کیا اور دوسری جنگ عظیم میں بطور ڈاکٹر بھرتی ہوگئے۔ دوسرے سال میں ترقی کر کے کیپٹن بن گئے۔ تیسرے سال برما کے محاذ پر بہادری کا تمغہ یعنی ملٹری کراس حاصل کیا۔ اسی وجہ سے ضلع لائلپور (فیصل آباد) کے گاؤں دسوہہ میں ایک مربع زمین انعام میں ملی۔ 1946ء میں واپس آگئے۔ اُسی سال جلسہ سالانہ کے موقع پر آپ نے حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں یہ سکیم عرض کی کہ ہمیں افریقہ میں ہسپتال کھولنے چاہئیں جو دعوت الی اللہ کے لحاظ سے سودمند ہوں گے اور ساتھ عیسائیوں کی طبی مساعی کی مثالیں دیں اور آخر میں اپنے آپ کو اس کارخیر کے لئے پیش کر دیا۔ آپ کی بیوی وہ درخواست لے کر حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو حضورؓ نے فرمایا: ڈاکٹر کو کہنا وقف میں بہت تکلیفیں ہوتی ہیں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے، وہ اعلیٰ جگہ پر فائز رہا ہے۔

بہرحال آپ درخواست دے کر واپس گاؤں آگئے۔ کچھ عرصہ بعد حضورؓ کا جواب مل گیا۔ فرمایا: ''کشمیر اور سرینگر جاؤ، وہاں جا کر اپنا کلینک کھولو۔ اپنی گرہ سے روپیہ لگاؤ۔ جو آمد ہو اس میں سے نصف اپنے خرچ کے لئے رکھو اور نصف جماعت احمدیہ کو بھیج دو۔ نیز جو واقفین کا الاؤنس -/125 روپے ہے، وہ الگ ملتا رہے گا اور وہاں جا کر بہائیت کا مقابلہ کرو۔ ایک مہینہ کی ٹریننگ بہائی مذہب کے خلاف قادیان سے حاصل کر کے جاؤ''۔ چنانچہ حسب حکم 31/مارچ 1947ء کو سرینگر پہنچ کر کلینک کھول لیا۔ پہلے مہینہ میں نوسو روپے آمد ہوئی۔ نصف روپے قادیان بھیجے تو حضورؓ نے روپیہ وصول کرنے کے بعد فرمایا کہ اب انجمن کو روپیہ نہ بھیجنا۔ جو انجمن کا حصہ ہے وہ بھی کلینک میں ڈالو اور کلینک پوری طرح سنبھالو۔ پانچ ماہ بعد پاکستان بن گیا تو آپ بیوی بچوں کو اپنے گاؤں چھوڑ کر حضورؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؓ نے فرمایا: کشمیر واپس جا کر پاکستان کے حق میں پراپیگنڈہ کرو۔ چنانچہ آپ مری کے راستے دوبارہ کشمیر چلے گئے۔

آپ کشمیر پہنچے تو وہاں سے خزانہ، مہاراجہ اور وزراء وغیرہ سب دہلی جا چکے تھے۔ آپ نے کوشش کی کہ پاکستانی فوج جلد وہاں پہنچے لیکن پاکستان اپنی مصیبت اور کم مائیگی کی وجہ سے کچھ نہ کر سکا اور چوتھے روز ہندوستانی جہاز آگئے۔ غلام محمد بخشی اور شیخ عبداللہ احمدیوں کے دشمن ہوگئے۔ چنانچہ چار دفعہ آپ کے وارنٹ گرفتاری آئے۔ کلینک کے پاس ہی پولیس چوکی تھی۔ وہاں کا تھانیدار ایک ہمدرد سیّد تھا۔ ہر دفعہ آپ کی حمایت میں رپورٹ لکھ کر وارنٹ واپس کر دیتا اور آپ کو بتا دیتا۔ جب پانچویں مرتبہ وارنٹ آئے اور پولیس افسر کو تنبیہ بھی آئی تو وہ آکر کہنے لگا کہ ڈاکٹر صاحب! اب یہاں سے نکل جانے کی کوششیں کرو، اب میرے بس کی بات نہیں، بخشی غلام محمد آپ کے درپے ہوگئے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب واقف زندگی تھے۔ حضورؓ کے حکم کے بغیر واپس نہیں آسکتے تھے۔ خواجہ غلام نبی گلکار کے ذریعے حضورؓ نے آنے کی اجازت دیدی۔ پانچ اَور احباب بھی تھے جو کہ سرینگر سے نکلنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مصلح موعودؓ حویلیاں کی پہاڑی پر کھڑے بلند آواز سے ہاتھ کے اشارہ سے فرما رہے ہیں: اس طرف سے آجاؤ۔ چنانچہ خواب سے رہبری مل گئی۔ چند گھنٹوں میں کلینک سمیٹا۔ گھریلو سامان سید سردار احمد صاحب کے گھر ڈالا اور سب احباب دن کے پچھلے پہر ایک تانگہ پر سوار ہو کر سرحد پار کرنے لگے۔ سرینگر کے چاروں طرف پہرہ تھا۔ کئی جگہ سنتری آواز دیتا کون ہے۔ تانگے والا جواب دیتا: ڈاکٹر بشیر صاحب جا رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کا نام سن کر سپاہی گزر جانے دیتا۔ اسی طرح حویلیاں کے رستے پیدل آٹھ روز کی مسافت طے کر کے برف پر سے پھسلتے ہوئے یہ احباب پاکستان پہنچ گئے اور 18/دسمبر کی صبح لاہور پہنچ کر حضورؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؓ ناشتہ کی چوکی پر بیٹھے تھے۔ جلدی میں باہر تشریف لائے اور حالات دریافت فرمائے۔ نیز فرمایا کہ گھر جا کر

بیوی بچوں کو مل آؤ، میں تمہیں قادیان بھجوانا چاہتا ہوں۔

3/جنوری 1948ء کو مکرم ڈاکٹر صاحب قادیان بھجوادئے گئے۔ اُس وقت چھ بیٹیاں تین بیٹے دو بیویاں اور ایک بوڑھی ماں آپ کے زیر کفالت تھیں۔ قادیان کے حالات نہایت مخدوش تھے۔ کچھ ادویات ڈاکٹر احسان الحق صاحب کی دوکان سے اور کچھ دیگر مختلف گھروں سے نکلیں تو وہاں پر کلینک کا کام شروع کر دیا۔ غالباً چھ سات ماہ تو اسی طرح گزر گئے۔ درویش اپنے مخصوص حلقہ سے باہر نہیں جاسکتے تھے۔ ایک روز آپ اور فضل الٰہی خان صاحب حضرت مسیح موعودؑ کے مزار پر دعا کر رہے تھے کہ ایک سکھ عورت بھی مزار پر آکر دعا کرنے لگی۔ وہ عورت ننگل سے آئی تھی اور اس کا داماد بیمار تھا۔ اس عورت نے ان دونوں احباب سے بھی التجا کی کہ مریض کے لئے دعا کرو۔ خانصاحب نے فرمایا کہ مائی جی! ہم دعا بھی کرتے ہیں اور یہ ڈاکٹر صاحب علاج بھی کریں گے لیکن خطرہ کے پیش نظر ہم نہیں جاسکتے۔ ادھر بہشتی مقبرہ کے دروازہ پر لے آؤ۔ چنانچہ مریض دروازہ پر لایا گیا۔ مریض دیکھا اور اس بڑھیا کو ساتھ لے کر محلہ احمدیہ میں آگئے۔ دوائی دی، چند روز میں وہ صحت یاب ہوگیا تو اس کے بعد گویا مریضوں کا تانتا بندھ گیا۔ مخالفوں کی طرف سے بہت شور اٹھا مگر مریضوں نے کوئی پرواہ نہیں کی۔ اس طرح سے آزادی کا تھوڑا سا رستہ کھل گیا۔ مریضوں کے ذریعے سے ضروری اشیاء خریدی جانے لگیں۔ پھر پہرہ میں باہر جا کر بھی مریض دیکھنے لگے۔ پھر انجمن سے باقاعدہ ہسپتال کھولنے کی مدد مانگی اور 80 روپے لے کر کام شروع کر دیا۔ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب کے مکان کو ہسپتال بنالیا اور قریب قریب کے تین مکانوں کو ان ڈور مریضوں کے لئے استعمال کرنے لگے۔

1955ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے سوئٹزرلینڈ سے تار بھجا کہ آپ کو پاکستان بھیج دیا جائے۔ چنانچہ 7/جولائی 1955ء کو کھوکھراپار کے رستہ آپ پاکستان میں داخل ہوئے اور 8/جولائی 1955ء کو ربوہ پہنچے۔ اس وقت ربوہ کے ہسپتال میں کوئی ڈاکٹر نہ تھا۔ حضورؓ علاج کی غرض سے یورپ میں تھے۔ مکرم ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب اور ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب بھی حضورؓ کے ساتھ ہی تھے۔ آپؓ نے آتے ہی ربوہ میں ہسپتال کا کام سنبھال لیا۔ آپ بہت اچھے سرجن بھی تھے۔ فروری 1957ء میں دل کی تکلیف ہوجانے کے بعد فراغت کی درخواست دیدی اور پھر ربوہ میں ہی کلینک کھول لیا۔ اور لائلپور کی زرعی زمین فروخت کر کے ربوہ کے نواح میں زمین خرید کر کاشت شروع کرادی۔

جب آپ پر 1957ء میں دل کا پہلا حملہ ہوا تو آپ کی پہلی اہلیہ کے بچے جوان تھے۔ تین کی شادی ہوچکی تھی۔ البتہ دوسری اہلیہ کے بچے بہت چھوٹے تھے۔ چنانچہ دوسری اہلیہ گھبراہٹ میں حضرت مولوی غلام رسول راجیکی صاحبؓ کے پاس گئیں اور عرض کیا کہ آپ اللہ میاں سے پوچھیں کہ ڈاکٹر صاحب کی عمر کتنی ہے۔ انہوں نے دعا کر کے بتایا کہ آواز آئی ہے کہ 72=12x6۔ یعنی عمر 72 سال ہے۔ آپ کی اہلیہ کے لئے ان دنوں 72 ہفتے بھی بہت بڑی خوشخبری تھی۔ لیکن پھر بھی کہا کہ میری سب بچیاں تو اس عمر تک نہیں بیاہی جائیں گی۔ فرمانے لگے: پتر! اتنی عمر تو لے اور مانگ لیں گے۔ اس دوران بڑی بیماریاں آئیں۔ کئی مرتبہ دل پر حملے ہوئے۔ خدا تعالیٰ اپنا فضل فرماتا رہا۔ آخر آپ کی عمر 70 برس ہوگئی۔ آپ کی اہلیہ کو گھبراہٹ تھی کہ چار بچے ابھی زیر تعلیم تھے اور وقت آن پہنچا ہے۔ اب وہ حضرت مولوی عبداللطیف صاحبؓ بہاولپوری کے پاس گئیں اور حضرت مولوی راجیکی صاحبؓ کی قبولیت دعا کا واقعہ سنا کر ڈاکٹر صاحب کی درازیٔ عمر کی دعا کے لئے درخواست کی۔ اگلے دن حضرت مولوی صاحبؓ کا خط ملا کہ 9 سال مزید عمر مانگ لی ہے۔

1987ء میں محترم ڈاکٹر صاحب جلسہ سالانہ لندن پر آئے۔ پھر سویڈن اور ناروے بھی اپنی بیٹیوں کے پاس کچھ وقت قیام کیا۔ 8/اکتوبر کو واپس ربوہ پہنچ گئے جہاں 11 نومبر 1987ء کی صبح وفات پائی۔

محترم ڈاکٹر صاحب نہایت کامیاب زندگی گزارنے کے باوجود بہت خاکسار انسان تھے۔ بچوں کی تربیت کا بہت خیال رکھتے۔ چھٹیاں ہوتے ہی سلسلہ کی کتب بچوں میں بانٹ دی جاتیں کہ چھٹیوں میں پڑھ کر انہیں ختم کرنا ہے۔ تہجد گزار اور دعا گو تھے۔ اپنے مریضوں کے لئے بھی باقاعدہ دعا کرتے۔ آپ نے بہت ہی مصروف زندگی گزاری ہے۔ مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ عزیزوں اور دوستوں کا بہت خیال رکھتے تھے اور ان سے پیسے نہیں لیتے تھے۔ اپنے محلہ میں کبھی کسی مریض کو دیکھنے جاتے تو بھی پیسے نہیں لیتے تھے۔ کوئی گھر آجائے تو دوائی کے پیسے نہیں لیتے تھے۔ بہت متوکل اور قانع انسان تھے۔

وفات سے کچھ دن پہلے کسی نے پوچھا کہ ڈاکٹر صاحب پچھلے پندرہ سال سے آپ کو اسی حالت میں دیکھ رہا ہوں۔ آپ کی صحت کا راز کیا ہے؟ فرمایا: "کم کھانا اور زیادہ کام کرنا"۔



اس کتاب میں شامل بعض دیگر شخصیات کا ذکر خیر کئے بغیر اس کتاب کا تعارف مکمل نہیں ہوسکتا مثلاً محترم عبدالحق رامہ صاحب سابق ناظر بیت المال ربوہ (جن کی ایک بڑی خدمت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے فارسی منظوم کلام پر کیا جانے والا کام بھی ہے)، محترم رشید احمد چودھری صاحب (لندن میں پہلے مرکزی پریس سیکرٹری جماعت احمدیہ) اور بہت سے دیگر واقفین زندگی اور بے لوث خدمت دین کرنے والے احباب کرام۔ لیکن محدود صفحات کے باعث مجبوراً ہمیں اسی پر اکتفاء کرنا پڑے گا۔ تاہم امید ہے کہ اس کتاب سے متعلق ہمارا یہ مختصر تبصرہ بھی آپ کو یہ کتاب تلاش کرکے اسے پڑھنے پر مجبور کردے گا کیونکہ "نقش پا کی تلاش"، دراصل اپنی ہی تلاش کا دوسرا نام ہے۔

نوٹ: ہمیں موصول ہونے والی کتب کا تعارف گزشتہ دو سال سے "انصار ڈائجسٹ" میں پیش کیا جارہا ہے۔ یہ سلسلہ آئندہ بھی جاری رہے گا۔ انشاء اللہ

اس کالم میں کتب کا تعارف پیش کرنے کے حوالہ سے یہ تخصیص نہیں کی جاتی کہ کونسی کتاب کب شائع ہوئی ہے اور اس کا تعلق ادب، سائنس، تاریخ، سیرت یا پھر کسی اور موضوع سے ہے، نیز یہ کتاب منثور ہے یا منظوم کلام ہے۔ البتہ یہ بات اہم ہے کہ ہمیں موصول ہونے والی کتاب اردو زبان میں تحریر کی گئی ہو۔

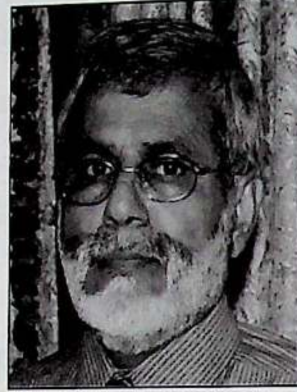
اگر آپ بھی اپنی کسی پسندیدہ کتاب کا تعارف "انصار ڈائجسٹ" کی زینت بنانے کے خواہشمند ہیں تو براہ کرم درج ذیل فون نمبر پر رابطہ فرمائیں:

07947408144

مجلس انصاراللہ یوکے کے دو مخلص کارکنان کی وفات

مکرم عبدالعظیم خان صاحب

مجلس انصاراللہ برطانیہ کے قائد ایثار مکرم عبدالعظیم خان صاحب 20 فروری 2013ء کو 57 سال کی عمر میں حرکت قلب بند ہوجانے سے وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔



آپ گزشتہ آٹھ سال سے مجلس انصاراللہ برطانیہ کی نیشنل عاملہ کے رُکن تھے اور اس وقت بطور قائد ایثار، ضیافت کی خدمات بھی بجالا رہے تھے۔ مجلس کے نیشنل لیول کے متعدد فنکشنز میں آپ نے ہزاروں افراد کا کھانا تیار کیا لیکن ہمیشہ پروگرام کے مطابق بروقت کھانا تیار کرکے مہیا کرتے۔ ذمہ داری ایسی تھی کہ کبھی بھی کسی چیز کی کمی کی شکایت پیدا نہ ہوئی۔ کھانے کی تیاری اور پیشکش بہت اعلیٰ معیار کی تھی لیکن ہمیشہ رقم بچانے کی کوشش کرتے اور معیار کو عمدہ رکھنے کے باوجود بھی جماعت کے پیسے کو کبھی ضائع نہ ہونے دیتے۔ ضیافت کے جسمانی طور پر بھی تھکا دینے والے کام کے باوجود کبھی اکتاہٹ کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ اپنے معاونین سے بہت عمدہ برتاؤ کرتے۔ جامعہ احمدیہ یوکے کے طلباء کو چند بنیادی کھانے بنانے کی تربیت کا انتظام کیا۔ نیز ہر ماہ کی آخری جمعرات کو اپنے معاونین کے ہمراہ جامعہ (جب جامعہ کولیرزوڈ میں تھا) کے طلباء کی سحری کے لئے پراٹھے پکانے کا اہتمام باقاعدگی سے کیا کرتے۔ لجنہ اماء اللہ کے سالانہ اجتماعات کے لئے بھی چندسال کھانا تیار کرتے رہے۔

مرحوم کی نماز جنازہ مسجد فضل لندن میں 28 فروری 2013ء کو حضور انور ایدہ اللہ نے پڑھائی۔ اس سے قبل حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ (ارشاد فرمودہ 22 فروری 2013ء) میں فرمایا:

"یہاں ہمارے ایک بڑے مخلص کارکن مکرم عظیم صاحب جو شعبہ ضیافت یوکے میں کام کرتے تھے اور پہلے جرمنی میں بھی بڑا لمبا عرصہ کام کرتے رہے، دو تین دن پہلے اُن کی وفات ہوگئی، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

آج جنازہ اُن کا ہونا تھا لیکن کیونکہ ابھی سرٹیفکیٹ وغیرہ حاصل کرنے میں وقت تھی، اس لئے جنازہ نہیں ہوسکا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ ایک دو دن تک جب ان کی نعش ہسپتال سے ساری قانونی کارروائیاں کرنے کے بعد مل جائے گی تو جنازہ بھی انشاء اللہ مسجد فضل میں ہوجائے گا۔ بہرحال یہ بہت فدائی کارکن تھے۔ مخلص تھے۔ وفادار تھے۔ ہر ایک کا درد رکھنے والے تھے۔ خدمتِ خلق کے جذبے سے سرشار تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

ان کے سارے بچے ابھی زیرِ تعلیم ہیں۔ تین بچے ہیں، دو بیٹیاں ایک بیٹا اور بڑے اخلاص والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ ان کی اہلیہ کو بھی صبر اور حوصلہ دے اور بچوں پر بھی ایسا ہاتھ رکھے کہ اُن کو اُن کے باپ کی جو کمی ہے وہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہی پورا فرماتا رہے"۔

مکرم محمد ارشد زبیر صاحب

مکرم محمد ارشد زبیر صاحب نائب زعیم لوٹن 8 فروری 2013ء کو 48 سال کی عمر میں انتقال کرگئے۔ آپ 2009ء میں راولپنڈی (پاکستان) سے ہجرت کرکے برطانیہ آئے تھے۔ 14 فروری 2013ء کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مرحوم کی نماز جنازہ حاضر مسجد فضل لندن میں پڑھائی۔



مکرم ارشد زبیر صاحب (لوٹن۔ یوکے) 8 فروری 2013ء کو 48 سال کی عمر میں ہارٹ اٹیک سے وفات پاگئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ کا تعلق راولپنڈی سے تھا۔ آپ 2009ء میں یوکے آئے تھے۔ اس وقت بطور نائب زعیم مجلس لوٹن میں خدمت انجام دے رہے تھے۔ علاوہ ازیں وفات سے چند دن پہلے انصار کے ساتھ مل کر لیف لیٹنگ کرتے ہوئے دل کی تکلیف ہوئی اور اسی کے نتیجہ میں چار روز کے بعد آپ اپنے مالکِ حقیقی سے جاملے۔ آپ نے یوکے کی دو جماعتوں لیڈز اور لوٹن میں سیکرٹری تبلیغ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ آپ انتہائی نیک، منکسر المزاج، پنجوقتہ نمازوں کے پابند، مخلص اور فدائی احمدی تھے۔ راولپنڈی میں آپ ضلعی عاملہ کے ممبر رہے۔ آپ ایک اچھے داعی الی اللہ تھے۔ بڑے شوق اور جذبے کے ساتھ تبلیغ کیا کرتے تھے اور گھر گھر جاکر لٹریچر تقسیم کرتے تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹیاں اور ایک بیٹا یادگار چھوڑا ہے۔

مکرم ارشد زبیر صاحب جماعت کے انتہائی وفادات، خلافت احمدیہ کے شیدائی اور نظام جماعت کے اطاعت گزار تھے۔ خدمت دین کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے آپ موصی تھے اور وفات سے چندروز قبل آپ نے راولپنڈی فون کرکے اپنے والد مرحوم کے ترکہ سے حاصل ہونے والی آمدن پر جو کرایہ مل رہا تھا، اس پر حصہ جائیداد ادا کروایا تھا۔ سب بچے چھوٹے ہیں اور زیر تعلیم ہیں۔ لیڈز میں اپنے گھر کو نماز سینٹر بنایا اور لوگوں کو نماز باجماعت کے لئے اکٹھا کرنے کی کوشش بھی کرتے۔ ہر اسائلم سیکر کی مدد کرتے۔ خدمت خلق کے لئے ہمیشہ تیار رہتے۔ جب لیڈز سے لیوٹن جانے لگے تو اپنی اہلیہ کے سونے کے دو کڑے لیڈز اور ویلز کی مساجد کے لئے پیش کئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے اور پسماندگان کا حافظ وناصر ہو۔ آمین